ایمل رضا

آشوبِ حُب

وہ دلہن کے لباس میں تھی اور بدحواس سی گاڑی سے اتر کر بھاگتی ہوئی شہرام کے گھر پہنچی تھی۔ اس سے پہلے وہ سینٹرل پارک اور فالی ریسٹورنٹ میں اسے تلاش کرچکی تھی' وہاں نہیں ملا تو اس کے گھر پر آئی تھی۔ یہاں بھی اسے مایوسی ہوئی تھی۔ لینڈلیڈی نے بتایا تھا کہ وہ اپنے ملک البانیہ واپس جاچکا ہے۔

بیانکا شہر کی مقبول ترین ڈی جے تھی۔ بظاہر خوش باش نظر آنے والی بیانکا کی روح میں گہرے زخم تھے جنہیں کوئی نہیں جانتا تھا۔

شہرام اس کے ہوٹل میں آیا اور ایک اتفاقی حادثے میں زخمی ہوگیا تو اس کے بازو کی ہڈی میں فریکچر آگیا۔

بیانکا شہرام سے پہلی نظر میں متاثر ہوجاتی ہے۔ وہ اسپتال میں اس کے لیے پھول رکھ کر جاتی ہے۔ شہرام جو محبت میں ناکام ہوکر بری طرح شکستہ ہے۔ اس مہربانی پر چونک جاتا ہے۔

بیانکا نے مختلف گانوں کے ردھم سے ایک میش اپ تیار کیا تھا۔ جوزف کا خیال تھا اس میں افسردگی کا رنگ غالب ہے۔ یہ رنگ بیانکا کا اصلی رنگ تھا۔ زندگی نے اس کے ساتھ بھی اچھا سلوک نہیں کیا تھا۔

بیانکا کے والد الیاس احمد پاکستان سے امریکا آئے تھے۔ انہوں نے یہاں محنت کرکے اپنا مقام بنایا پھر لبنان کی حیفہ سے شادی کرلی۔ اب دونوں کی ایک ہی بیٹی تھی۔ بیانکا' ساری جائیداد اس کے نام پر تھی۔

مُکمل ناول



الیاس احمد نے پاکستان سے اپنے بھائیوں کو بھی امریکا بلالیا تھا۔ الیاس احمد کی اچانک وفات ہوجاتی ہے۔ ان کے گلے پر ایک سرخ لکیر ہوتی ہے۔

الیاس احمد کی وفات کے بعد ان کے بھائی حیفہ اور بیانکا کو بلا کر کہتے ہیں کہ وہ الیاس احمد کی ساری جائیداد ان کے نام منتقل کردیں۔ ان دونوں کے انکار پر وہ انہیں تہ خانے میں بند کردیتے ہیں۔ بیانکا کا چچازاد احمد میڈیکل کا سٹوڈنٹ ہے۔ بیانکا کو شک ہے کہ وہ انہیں کھانے میں کچھ غلط دوائیں دے رہا ہے۔

شہرام سیرین کو ٹوٹ کر چاہتا تھا، وہ اس کی منگیتر تھی۔ منگنی کے بعد شہرام پڑھنے کے لیے امریکا چلا جاتا ہے۔ جب واپس آتا ہے تو سیرین بدلی ہوئی نظر آتی ہے۔ وہ شادی محبت ہر چیز سے منکر ہوجاتی ہے۔ شہرام کو یقین ہوجاتا ہے کہ اس کے پیچھے کوئی لڑکا ہے۔ وہ اس کا پتا لگا کر اسے مارنے کا تہیہ کرلیا ہے۔

حیفہ اور بیانکا کو اس کے چچاؤں نے تہ خانے میں قید کر رکھا ہے۔ حیفہ مام کی خراب حالت دیکھ کر بیانکا دستخط کرنے کی ہامی بھرلیتی ہے۔ بیانکا کو نشہ آور دوا کھلا کر یونین آفس لے جاکر جائیداد کے کاغذات پر دستخط کروالیتے ہیں اور بیانکا اپنے پلان کے مطابق کچھ نہیں کرپاتی۔ ذہنی اذیت بیانکا سے اس کا ذہنی توازن چھین لیتی ہے۔ وہ اسے بتاتے ہیں کہ حیفہ مام مرچکی ہیں اور ڈیڈ الیاس کی قبر کے برابر میں دفن ہیں۔ وہ ایک ماہ کے علاج کے بعد ہوش میں آتی ہے اور سب سے پہلے کینی سے رابطہ کرتی ہے اور اسے ساری روئیداد سناتی ہے۔

سیرین شہرام کو بتادیتی ہے کہ وہ کسی اور کو پسند کرتی ہے۔ وہ یہ رشتہ توڑنا چاہتی ہے۔ شہرام کو پتا چلتا ہے کہ "کوئی اور" اس کا اپنا بھائی حسنی ہے۔

بیانکا، کینی کے کہنے پر پولیس کی مدد لیتی ہے تو اسے پتا چلتا ہے کہ اس کے چچا کی فیملی وہ گھر بیچ کر کہیں اور چلی گئی ہے۔ بیانکا کے بار بار پوچھنے پر کینی اسے آریز کے بارے میں بتاتی ہے کہ آریز نے اس سے تعلق ختم کردیا ہے اپنے والدین کے کہنے پر کیونکہ بیانکا کا اسٹیٹس اب ان کے برابر نہیں رہا اور پھر کینی کی ہی مدد سے وہ اس کلب کو جوائن کرلیتی ہے D.J (ڈی جے) کے طور پر۔

شہرام سچائی جان لینے کے بعد خودکشی کی کوشش کرتا ہے، لیکن طامیر عین موقع پر پہنچ کر اسے بچالیتا ہے۔ شہرام واپس امریکا آجاتا ہے۔

بیانکا کا میش اپ ریلیز ہوتا ہے لیکن بیانکا کو کامیابی نہیں ملتی۔

تیسری اور آخری قسط

کینٹی اور اس کا باس ایڈون۔ مشہور زمانہ قابل وکیل، یہ وہ کڑیاں تھیں جو بیانکا کو اپنے مقصد میں کامیابی سے ہم کنار کرسکتی تھیں۔

ایڈون اٹلی نژاد امریکی تھا۔ دس افراد پر مشتمل اس کا خاندان چالیس سال پہلے اٹلی سے مستقل طور پر امریکہ آکر آباد ہوگیا تھا۔ پھر رفتہ رفتہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ خاندان امریکہ کے ہی مختلف حصوں میں پھیلتا چلا گیا۔ اور نیویارک میں بس ایڈون ہی اکیلا رہ گیا۔

سنہری مونچھوں اور اطالوی خدوخال کا حامل ایڈون بچپن سے ہی تنہائی پسند اور کم گو واقع ہوا تھا۔ اس کی عجیب وغریب طبیعت اس کے والدین کے لیے بچپن سے ہی تشویش کا باعث بنی رہی تھی۔ کھلونوں سے کھیلنے کے بجائے ۔ اسے ان کے کل پرزے الگ الگ کرکے پرکھنے کا شوق رہا کرتا تھا۔

والدین کی ساری تشویش کسی طور درست بھی ثابت ہوئی تھی۔ وہ خاندان جو پھیلتا پھیلتا امریکہ کے ہی عوام میں رچ بس گیا تھا۔ اس خاندان کی نسل بندی

ایڈون پر آکر ہوئی تھی۔

پچپن سال کا ہوجانے اور وکالت میں کامیاب وکیل بن جانے کے باوجود بھی ایڈون ابھی تک قومی اور موسٹ وانٹڈ کنواروں کی فہرست میں سب سے اوّل نمبر پر شمار ہوتا تھا۔ ایڈون نے کچھ عرصہ سیاست میں بھی شمولیت اختیار کی تھی۔ اور تب ہی وہ میڈیا کی نظروں میں آیا تھا۔ سیاست سے کنارہ کشی کیے ہوئے ایڈون کو بیس سال گزر چکے تھے۔ لیکن میڈیا والے ابھی تک اس سے منسلک خبروں کو چٹ پٹی بنا کر پیش کرنے کا موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔

میڈیا والوں کی ان حرکات کی کچھ وجہ خود ایڈون ہی تھا۔ ایڈون کا غیر ضروری اور اوپرا سا مسخرا پن خصوصاً" اپنے ابھی تک کنوارے ہونے کا جواب تو وہ اس قدر برجستہ اور ہر بار نئے انداز سے دیا کرتا تھا کہ سننے والوں کو تھیٹر کا مشہور مزاحیہ کردار ہانوچ یاد آجاتا تھا۔

ایک طبقے کا خیال تھا کہ دراصل اسے لڑکیوں میں دلچسپی ہی نہیں ہے۔ جبکہ بعض کا خیال تھا کہ اپنے مزاح بھرے جوابات کے پیچھے وہ نجانے کس کس غم کو چھپاتا پھرتا ہے۔ اور چند ایک کا خیال تھا کہ بچپن میں ہوئے کار ایکسیڈنٹ نے اسے اس قابل ہی نہیں چھوڑا کہ وہ شادی کرسکے۔

ایڈون نے آج تک ان میں سے کسی بھی بات کا سنجیدگی سے جواب نہیں دیا تھا۔ بیانکا نے اپنے مقدمے کے لیے ایڈون کا انتخاب کیا تھا۔ بہت ساری وجوہات میں سے ایک وجہ تو ایڈون کی شہرت تھی۔ دوسرا کینٹی کا اس کے گھر میڈ کی حیثیت سے کام کرنا۔ ایڈون اپنی تیس سالہ سروس میں آج تک کوئی مقدمہ نہیں ہارا تھا۔ ججز اس کے بہترین دوست تھے اور پولیس اس کا عملہ۔ اس کی کامیابی کی ایک وجہ شاید یہ بھی تھی کہ اس نے آج تک کوئی ایسا کیس نہ لڑا تھا جس میں وہ کسی مجرم کے تحفظ کی حمایت کرے۔

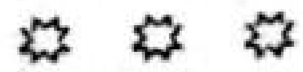
ان تمام باتوں کے باعث بیانکا کی نظر انتخاب اس پر آکر کہیں اور نہ ٹک سکی تھی۔ دوسرا جو چھوٹے بڑے دوسرے وکیلوں سے اس نے بات کی تھی تو ان میں سے آدھے تو بیانکا کا مقدمہ لڑنے سے سرے سے انکاری تھے اور باقی آدھوں سے بیانکا خود مطمئن نہیں تھی۔

بیانکا کا خیال تھا کہ شاید کینٹی کی رہنمائی اور طرف داری حاصل کرکے وہ اپنے مقدمے پر ہونے والے اخراجات میں کمی کروالے گی۔ مگر یہ بیانکا کی خام خیالی ثابت ہوئی تھی۔ ایڈون اپنے اصولوں کا اپنے کنوارے پن کی طرح پکا تھا اور کسی بھی شخص کے لیے وہ اپنی فیس میں سے ایک پینی بھی کم کرنے کا روادار نہ ہوتا تھا۔ بیانکا کو مایوسی ہوئی تھی اور بڑے دنوں وہ مایوس سی رہی تھی۔

وہ اپارٹمنٹ سمیت ہر چیز بیچ دیتی اگر اسے اپنے دربدر ہوجانے کا خوف لاحق نہ ہوتا۔ دوسرا ایڈون کی فیس ان پیسوں کے ذریعے بھی پوری نہ ہونے والی تھی۔ بیانکا نے اپنے باقی ماندہ اثاثے بھی میش اپ پر اجاڑ دیے تھے۔

اب اس کے پاس ایک ہی طریقہ بچا تھا۔

یہ تیر اگرچہ اندھیرے میں چلنا تھا، لیکن آزمانے میں حرج ہی کیا تھا۔ اندھیروں سے بے خوف ہوئے اسے ایک عرصہ بیت گیا تھا۔ اپنی انگلیوں کا جادو وہ دیکھ چکی تھی۔ جو سب کو دیوانہ کردیتا تھا۔ اب اسے اپنے حسن کا جادو جگانا تھا، وہ اس میں کتنی طاق تھی اسے یہ دیکھنا تھا۔



"بیانکا! کیا تم رولنگ ڈم نامی جگہ کو جانتی ہو؟"

فون پر اسے شہرام کی آواز شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح سنائی دی تھی۔ شہرام نے صبح کے دس بجے اسے کال کی تھی اور بیانکا رات کی لیٹ نائٹ ڈیوٹی کے بعد صبح اتنی جلدی اٹھنے کی عادی نہیں تھی۔ اس کے سو کر اٹھنے کا وقت دن کے شام کی طرف گامزن ہونے کا وقت ہوتا تھا۔ کسل مندی سے آنکھیں کھول کر اس نے شہرام کی کال تو اٹینڈ کرلی تھی لیکن وہ

اپنے اعصاب نہیں حاضر کرپائی تھی۔

"کیا۔ ؟شہرام۔ کون سی جگہ ؟"

"وال اسٹریٹ سے منسلک ایک سڑک ہے۔ لمبتھو یارڈ سے زیادہ دور نہیں ہے۔"

"نام سن رکھا ہے میں نے۔ لیکن کبھی جانے کا اتفاق نہیں ہوا۔ کیوں خیریت؟" وہ مکمل طور پر جاگنے کے لیے مزید کوششیں کرتے ہوئے بیڈ پر اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔

"وہاں ایک قابل نام کا ریسٹورنٹ ہے بیانکا۔ تم نے جو ٹریٹ آج مجھ سے لینی ہے وہ تم اسی ریسٹورنٹ میں لے لو۔"

"اسی ریسٹورنٹ میں کیوں؟" وہ اب مکمل جاگ گئی تھی۔

"اس بات کا فیصلہ تو میں کروں گی کہ میں نے اپنی ٹریٹ کہاں لینی ہے۔" وہ کسی قدر شوخی سے گویا ہوئی تھی۔

"میں تمہیں یقین دلاتا ہوں بیانکا! کہ تمہیں وہاں آکر مایوسی نہیں ہوگی۔ بلکہ تم میرے ٹیسٹ کی داد دو گی۔ اس ریسٹورنٹ کا باربی کیو بہت زبردست ہے۔"

"تو تم وہاں جا بھی چکے ہو۔"

"ہاں۔ کل رات۔ ایک خوشبو مجھے وہاں لے گئی تھی۔"

"کیا خاص بات ہے اس ریسٹورنٹ میں۔"

"مجھے نہیں پتہ۔ دراصل میں جان ہی نہیں سکا۔ شاید تم کچھ اندازہ لگا سکو۔ مجھے تو وہاں کے شیف نے صرف ایک ہی بات بتائی ہے کہ وہ باربی کیو کرتے وقت میپل کی سوکھی لکڑی کا استعمال کرتے ہیں۔ لیکن صرف ایک درخت کی لکڑی کی وجہ سے تو ایسی خوشبو' ایسا ذائقہ پیدا نہیں ہو سکتا نا؟ جیسا۔ جیسا۔ جیسا۔ ؟

بیانکا چونکی تھی۔ شہرام کی آواز میں کچھ تھا۔ بھیگا ہوا سا۔ بھگو دینے والا سا۔

"شہرام! تم ٹھیک تو ہو۔ ؟"

"یہاں کے کباب بالکل نتو یہ لہاں کے بنائے کبابوں کی طرح ہوتے ہیں۔ پیار اور لگن سے بنائے ہوئے۔" اس کا سوال نظر انداز کر کے وہ بولتا چلا گیا تھا۔

بیانکا چند لمحوں کے لیے کچھ بھی نہیں کہہ سکی تھی۔ اپنے دوست کے غمگین لہجے پر اسے دکھ ہوا تھا۔

"تو کیا تم آؤ گی بیانکا؟" اس کے بولنے کا انتظار کرتے کرتے وہ خود ہی پوچھنے لگا تھا۔

"ہاں۔ شہرام!" بیانکا انکار نہیں کرنا چاہتی تھی۔ کوئی وجہ بھی نہیں تھی۔

"ٹھیک ہے' آج شام پانچ بجے تک یہاں پہنچ جانا۔ ؟"

"ٹھیک ہے۔" فون بند کر کے وہ اٹھی تھی۔ اور غسل خانے میں چلی گئی تھی۔

شہرام کی طرف سے دی جانے والی یہ دعوت اس دن سے التوا پر چلی آرہی تھی۔ جس دن شہرام نے ایک معمولی سے اسٹور میں جاب شروع کی تھی' جاب شروع کر کے اس نے گویا اس بات کا اعلان کیا تھا کہ وہ زندگی کی طرف دوبارہ واپس آگیا ہے۔ بیانکا کو شہرام کی ذات کی یہ تبدیلی اچھی لگی تھی۔ بقول شہرام کے اس زندگی کی طرف لانے والی کوئی اور نہیں خود بیانکا تھی۔ جوان دنوں خود کو بمشکل زندوں میں شمار تھی۔

کچھ دن میش اپ کی تیاری' ریلیزنگ' بعد کی امیدوں اور پھر میش اپ کے ایک طرح فلاپ ہو جانے کی نذر ہو گئے تھے۔ اب بڑے دنوں بعد اندر ہی اندر نئے فیصلے کرلینے اور نئی امیدوں کے سہارے وہ ذرا سنبھلی تھی' تو اس نے ٹریٹ کے لیے آج کا دن منتخب کیا تھا۔

اس ٹریٹ پر جانے کی تیاری خود بخود ہی ہوتی چلی گئی تھی۔

چند ہفتے پہلے کی گئی خریداری میں سے ایک خوب صورت ڈریس بیانکا نے ابھی تک صرف اس لیے نہیں پہنا تھا کہ وہ اسے شہرام کے ساتھ دعوت والے دن پہن کر جانا چاہتی تھی۔ جوتے اور جیولری کے ساتھ بھی یہ ہی معاملہ ہوا تھا۔ پارلر سے وہ اپنے بالوں کو کٹوانے کا کام بھی بڑے دنوں سے ٹال رہی تھی۔ سو اس کام کو پورا کرنے کا فیصلہ بھی اس نے آج ہی کر لیا۔

پارلر سے واپسی پر اسے کافی دیر ہو گئی تھی۔ سارے آسمان پر سوائی مٹی کا خاکستری رنگ چھا گیا تھا۔ سرد ہواؤں میں ڈوبا ہوا سورج چاند کی طرح ٹھنڈا سرد اور پگھلے ہوئے سونے کی مانند سیال آمیز تھا۔

پھولوں کی کیاریوں کے درمیان بنی سیڑھیوں پر چڑھتے ہوئے وہ اپنے اندر ایک نیا جوش نیا ولولہ محسوس کر رہی تھی۔ نجانے کیوں۔ حالانکہ آج کا دن بھی تو باقی دنوں کی طرح کا ہی تھا۔

کسی انجانی خوشی میں گم وہ اپنا ہی میش اپ گنگناتے ہوئے اپارٹمنٹ میں داخل ہوئی تھی۔ اب اس کے پاس تیاری کے لیے بہت کم وقت بچا تھا۔ شہرام نے اسے پانچ بجے کا ٹائم دیا تھا۔ اور اس ساری تیاری میں چار بج چکے تھے۔

"تم ریسٹورنٹ کا پتا نوٹ کرلو بیانکا۔ کہیں تمہیں وہاں پہنچنے میں دشواری نہ ہو۔"

سیل فون کان اور کندھے کے درمیان جکڑ کر اس نے پتا نوٹ کیا تھا۔ اور پھر اس کاغذ کو نوٹ پیڈ سے علیحدہ کر کے اپنے ہینڈ بیگ میں رکھ لیا تھا' باہر شام رات کے قالب میں ڈھلنے لگی تھی۔ کھڑکی سے نظر آتی Fuchsia کی بیل کے بڑے پتے کاہی رنگ میں رنگنے لگے تھے۔ جب وہ مکمل تیار ہوتی تھی۔

اپارٹمنٹ کا دروازہ لاک کرتے وقت اسے خیال آیا کہ وہ اپنا ہینڈ بیگ تو اندر ہی بھول گئی ہے۔ لاک دوبارہ کھول کر وہ واپس اندر آئی تھی۔

وہ اسے ڈریسنگ ٹیبل پر پڑا ہوا نظر آیا تھا۔

ایک اچٹتی سی نگاہ ہینڈ بیگ کو اٹھاتے وقت اس نے دوبارہ اپنے سراپے پر ڈالی تھی۔ اور اپنی ہی تعریف پر کی گئی اپنے ہی اوپر فدا ہو جانے والی معصومانہ سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر آگئی تھی۔

تیار ہو کر تو میں واقعی سالے جریم سے کم خوب صورت نہیں لگتی۔

اس نے ہفتہ بھر پہلے خود سے بولا گیا فقرہ دوبارہ ذہن نشین کیا تھا۔ پھر اپنی ہی سوچ پر بھرپور انداز میں ہنستے ہوئے وہ دروازے کی طرف بڑھی تھی۔

اور تب ہی۔ تب ہی۔ اچانک ایک دم سے اس نے اپنے دل کو گھبراہٹ کے پنجرے میں پھڑپھڑاتے ہوئے محسوس کیا تھا۔ پل بھر میں اس کی ہنستی چال میں واضح جھول آگیا تھا۔ اور کسی انجانی پریشانی کے باعث کسی ذہنی الجھن۔ کی وجہ سے اس کی دونوں بھنوؤں میں گرہیں پڑ گئے تھے۔

"میں آج اتنی تیار کیوں ہو گئی ہوں؟"

اس نے خود سے سوال کیا تھا۔ یہ وہ سوال تھا جس کا جواب اس کے دل کی دھڑکنوں کو بے ترتیب کر رہا تھا۔

"خود کے لیے۔" کانپتے وجود کے ساتھ اس نے خود کو جواب دیا تھا۔

"نہیں۔ شہرام کے لیے۔" اندر کے بت طناز کی صدائے کوہ بڑی دور تک پھیلی تھی۔

"وہ تو صرف میرا اچھا دوست ہے۔"

اس کا دل بری طرح دھڑکنے لگا تھا۔ یہ جھوٹ تھا۔ کہیں اندر ہی اندر وہ جانتی تھی۔

"اگر وہ ایسا نہ سمجھتا ہو تو۔ ؟" بت طناز قلب کے سارے امراض کا ماہر تھا۔

"تو پھر یہ سراسر اس کا قصور ہے۔ میری منزل کچھ اور ہے۔ مجھے اپنے مام ڈیڈ کو دوبارہ بچانا ہے۔ ان کے قاتلوں سے ان کے خون کا بدلہ لینا ہے۔ اس کے علاوہ میں کسی اور راستے پر نہیں چل سکتی۔ خواہ وہ راستہ ان گنت رنگوں اور خوشبوؤں والے پھولوں سے ہی کیوں نہ سجا ہو۔"

"نادانی میں کسی سے روا رکھے گئے ظلم کی سزا ابھی ایسی نہیں ہوتی جیسے سوچ سمجھ کر کیے گئے گناہوں کی سزا۔ پھر تمہارا حساب کتاب تو بے باق ہے؟"

"میں نے آج تک اس سے کوئی ایسی بات نہیں

کی۔ نہ اپنے کسی رویے سے ظاہر کی۔"

"اور اگر وہ آج کچھ کہہ دے تو۔ کوئی رویہ ظاہر کرے تو۔ پر امید ہو کر۔ تمہاری باتوں نے اور تم نے اسے مایوسی سے نکالا ہے۔ تمہارا وجود اس کے لیے آس ہے۔ اور انسان آس کو کبھی ختم ہونے نہیں دینا چاہتا۔ یہاں تو وہ درخت بھی نہیں جہاں تنجر مار کر وہ اپنا غصہ نکال لے۔"

برے ہوتے ہوئے وہ دھم سے صوفے پر بیٹھی تھی۔ کمرے کی خاموش فضا پلک جھپکتے میں قبر کی طرح ہیبت ناک ہو چکی تھی۔ بیانکا کا سانس اکھڑنے لگا تھا۔ اور اس میں اتنی طاقت ہی کہاں بچی تھی کہ وہ اٹھ کر کھڑکی ہی کھول سکے۔

"شہرام!" نکار میں دل کی دھڑکن قید تھی۔ اور یہ قید تہہ خانے کی تھی۔ جس سے اسے ابھی تک رہائی نہ مل سکی تھی۔ صوفے پر بیٹھے بیٹھے ہی بیانکا نے بہت سارے فیصلے کر لیے۔

ہینڈ بیگ سے فون نکال کر اس نے شہرام کو کال کی تھی۔

"بیانکا! کیا تمہیں جگہ ڈھونڈنے میں مسئلہ ہو رہا ہے۔"

"نہیں۔ شہرام۔" اس نے تھکے تھکے لہجے میں کہا تھا۔

"تو پھر کیا تم ابھی گھر سے ہی نہیں نکلی ہو۔"

"میں آج نہیں آسکتی شہرام۔" بڑے کڑے لہجے میں اس نے کہا تھا۔

"خیریت۔ اچانک کیا ہوا؟"

"معذرت نہیں کروں گی کہ کہتے ہیں کہ اچھے دوستوں میں لفظ معذرت نہیں ہوتا۔ مجھے ایک ضروری کام سے جانا پڑ رہا ہے۔ میں ایک دو دن کافی مصروف رہوں گی۔ میرا سیل فون بھی آف رہے گا۔ میں واپس آکر تمہیں خود ہی فون کرلوں گی۔ خدا حافظ۔"

بنا شہرام کی بات سنے اس نے فون بند کر دیا تھا۔ اور خود کو دو دن تک کمرے میں بند رکھنے کے لیے تیار کر لیا تھا۔ اس کے اعصاب ابھی سے تھکنے لگے تھے۔ نہ جانے اس نے صحیح کیا تھا یا غلط۔ وہ اس بات کی کشمکش میں مبتلا نہیں تھی۔ نہ جانے آگے کچھ صحیح ہو گا بھی کہ نہیں۔ وہ یہ سوچ سوچ کر ہلکان ہو رہی تھی۔

دور بہت دور۔ خالی ریسٹورنٹ کی ٹیبل پر منتظر شہرام فون کان سے لگائے جیسے وہیں آہنی ساخت میں بدل گیا تھا۔ اس آہنی مجسمے میں سے دل کے بڑی زور زور سے دھڑکنے کی آواز آرہی تھی۔

☼ ☼ ☼

مسٹر ایڈون کو متاثر کرنے اور اپنے غیر معمولی تعارف کے لیے بیانکا کے پاس کافی ضروری اور اہم مواد اکٹھا ہونے لگا تھا۔ وہ اپنی ذات کی ایک نئی دنیا کھوج چکی تھی اور اب مکمل طور پر اس دنیا میں گم تھی۔ اب وہ مسٹر ایڈون سے اپنی ایک الگ اور مضبوط شخصیت کی حیثیت سے ملنے والی تھی۔

اس نے ٹوٹل پانچ ڈراموں کا انتخاب کیا تھا۔

دو برازیلین ڈرامے تھے۔ el clon (زہر) اور Dark circule (تاریک دائرہ)

دو اسپینش ڈرامے Santa Diabla (شیطان مقدس) اور Prohabita Pasion (ممنوعہ جنون)

اور ایک امریکی ڈرامہ Revenge (انتقام) تھا۔

شہرام کو پانچوں ڈراموں کے نام اور ان کے مطلب جان کر تھوڑا عجیب لگا تھا۔ پانچوں ناموں میں اذیت، انتقام اور منفی جذبے کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے۔ خاص کر بیانکا کے منہ سے Revenge ڈرامے کا نام سن کر شہرام کو ہلکا سا شاک لگا تھا۔ یہ وہ ڈرامہ تھا جس میں ہیروئن اپنے باپ کے قتل کا بدلہ لینے آتی ہے۔ شہرام کو تھوڑا دکھ بھی ہوا تھا۔ بیانکا اس فیز سے باہر نہیں نکل پا رہی تھی۔ لیکن پھر اسے اپنے پچھلے دن یاد کر کے محسوس ہوا کہ اس طرح سوچنے میں وہ کس قدر غلط ہے۔ بیانکا تو پھر ظاہری طور پر نارمل حالت میں تھی جبکہ وہ تو تقریباً "تقریباً" پاگل ہی ہو چکا تھا۔ اپنے اور بیانکا کے حالات و واقعات کا موازنہ کرنے کے بعد شہرام نے دل ہی دل میں بیانکا کی ہمت کو داد دی تھی۔ شہرام کا صرف دل ٹوٹا تھا، جبکہ بیانکا تو اپنا سب کچھ کھو دینے کے بعد بالکل ہی تباہ ہو چکی تھی۔

ڈراموں کے ساؤنڈ ٹریک کو لے کر ایک اور میش اپ تیار کروانے کا مشورہ شہرام کا ہی تھا۔ بیانکا کو یہ خیال اچھا لگا تھا۔ آج تک اس طرح سے نہیں سوچا گیا تھا۔ وہ کچھ ایسا ہی انوکھا کرنا چاہتی تھی۔ شہرام نے یہ بیانکا پر چھوڑ دیا کہ وہ امریکا میں ریلیز ہو چکے ملکی یا غیر ملکی ڈراموں کی لسٹ اپنی پسند سے تیار کرے کہ وہ میوزک کے بارے میں اس سے زیادہ جانتی ہے۔

بیانکا نے دن رات لگا کر ایک ہفتے کے اندر اندر یہ کام کیا تھا۔ اس نے پانچ مشہور ڈراموں کا انتخاب کیا تھا۔ لیکن ڈراموں کے ساؤنڈ ٹریک سن کر نہیں بلکہ ان کے ناموں کی وجہ سے۔ اسے مایوسی نہیں ہوئی تھی۔ جیسے نام اس کے دل کو بھائے تھے، ویسے ہی ٹریک بھی اس کے من چاہے نکلے تھے۔ جو کچھ بھی تھا ان پانچ ڈراموں کے مجموعی ساؤنڈ ٹریک کی تعداد سو سے زیادہ تھی۔ صرف سانتا ڈی آبلہ کے ہی تیس آفیشل ساؤنڈ ٹریک تھے اور یہ تمام کے تمام ڈرامے امریکا میں بہت پسند بھی کیے گئے تھے۔

اس نے میش اپ میں سربراہی کرسی پر سانتا ڈی آبلہ کو بٹھایا تھا۔ کیونکہ یہ وہ ڈرامہ تھا جس نے امریکا میں اپنی شہرت کے جھنڈے پچھلے سارے ہسپانوی ڈراموں کی نسبت سب سے زیادہ اونچائی پر گاڑے تھے۔

اس نے بینک سے لون لیا تھا۔ اب وہ قرض دار بھی ہو چکی تھی۔ لیکن اس نے سارے مراحل بڑے سوچ سمجھ کر طے کیے تھے۔ وہ خود کو بدلنے جا رہی تھی۔

اپنے جہاں کو تبدیل کرنے کا تہیہ کر چکی تھی اور نئے عالم، نئی دنیا میں جانے کے لیے جو دروازہ کھلا تھا۔ وہ کسمپرسی کی حالت میں زندگی گزارنے والوں کے لیے نہیں بنا تھا۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ اس بار کے میش اپ کی ویڈیو میں وہ خود کام کرے گی۔

اسے اپنی ذات کا الگ تعارف بنانا تھا اور یہ کام اس کے لیے اب اتنا مشکل بھی نہیں رہا تھا۔

ڈراموں کے ساؤنڈ ٹریک کو لے کر میش اپ بنانے کا یہ طریقہ اگرچہ پہلی بار نہیں ہو رہا تھا۔ لیکن بیانکا نے اپنے میش اپ کو کچھ اس طرح متعارف کروایا تھا کہ یہ ایک نئے اور نہ ختم ہونے والے ارتقا کی پہلی سیڑھی ضرور ثابت ہونے والا تھا۔

مختلف فیشن انڈسٹری کے میگزین اور اخبارات کے تھرڈ پیج پر اس کے میش اپ کے تذکرے پڑھنے کو ملنے تھے۔ چند اہم اور غیر اہم تجزیہ نگاروں نے اس نئے عمل کو کھلے دل سے سراہا تھا، سارے حالات مکمل طور پر بیانکا کے حق میں گئے تھے۔ اس بار کی خوشنت سے نہ صرف اسے قائدہ ہوا تھا بلکہ خوشی بھی حاصل ہوئی تھی۔

ایک اچھی خاصی رقم چھوٹے بڑے حصوں کی صورت میں اس کے ہاتھ آنے لگی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ اپنی کامیابی کا کریڈٹ کس چیز کو دے۔ کیا واقعی میش اپ اعلا تیار ہوا تھا یا اس کی کامیابی کے سارے اسباب اس کے بدلے ہوئے روپ نے پیدا کیے تھے۔ ایسی سوچوں کو وہ یہ کہہ کر

اپنے ذہن سے جھٹک دیتی تھی کہ وہ جو کچھ بھی کر رہی ہے، اپنے مام ڈیڈ کے قتل کا بدلہ لینے کے لیے ہی کر رہی ہے۔

اس کا بینک کا لون بھی ادا ہو گیا تھا اور اس کی سیونگ بھی دن بدن بڑھنے لگی تھی۔

لیکن یہ ساری رقم ایڈون کو راضی کرنے کے لیے بہت کم تھی۔ درحقیقت اس کی کھو چکی پراپرٹی میں سے اگر ایڈون کی فیس ادا ہوتی تو باقی کا جو کچھ بیانکا کے پاس رہ جاتا تھا اتنا تو تقریباً اس وقت بھی اس کے پاس تھا۔

لیکن اصل مسئلہ صرف پراپرٹی کی واپسی کا ہی تو نہیں تھا۔ اس کے دل کا قرار ان پانچوں کے انجام سے جڑا تھا۔ وہ ان پانچوں کو اس مقام پر دیکھنا چاہتی تھی جو انسانی قدموں سے بہت بہت نیچے ہوتا ہے۔ وہ انہیں روند ڈالنا چاہتی تھی۔

انہوں نے حیضہ مام اور بیانکا کو قید کرنے کے لیے ہر طرح کی منصوبہ بندی کی تھی۔ اس طرح کہ بیانکا لاکھ کوششوں کے باوجود بھی سب کچھ ہاتھ میں لے کر وہاں سے نکلنے میں کامیاب نہیں ہو سکی تھی۔ اب بیانکا کی باری تھی۔ اسے کہیں ذرا سی بھی غلطی نہیں کرنی تھی۔ کوتاہی کی گنجائش نہیں تھی۔ ورنہ وہ لوگ پھر بچ نکلنے میں کامیاب ہو سکتے تھے اور بیانکا ایسا ہرگز نہیں چاہتی تھی۔

☼ ☼ ☼

بیانکا کو اندازہ نہیں تھا کہ قدرت اس پر اس قدر مہربان بھی ہو سکتی ہے۔ دنیا کی روح جیسے اس کی رفیق بن گئی تھی اور سارے عوامل مل کر ہر مشکل کام کو اس کے لیے آسان کرنے لگے تھے۔

وہ ایک فیشن میگزین تھا۔ جسے ایڈون کے نفیس ہاتھوں نے کافی دیر سے تھام رکھا تھا۔

ڈراموں کے ساؤنڈ ٹریک کو لے کر بنائے گئے میش اپ کے اوپر لکھا گیا بمشکل ایک صفحے کا آرٹیکل پڑھنے میں اسے صرف چند منٹ ہی لگے تھے۔ لیکن اس آرٹیکل کے درمیان میں جو دو تصویریں دی گئی تھیں وہ تصویریں گھنٹہ بھر گزر جانے کے باوجود بھی اس سے بڑھی نہیں جا رہی تھی۔

ایک تصویر میں بیانکا نے ہیڈ فون لگا رکھا تھا اور Pioneer پر جھکی تھی۔ دوسری تصویر پروفائل اسٹائل میں لی گئی تھی۔

ایڈون کو پہلی بار احساس ہوا تھا کہ مشرق وسطیٰ کے حسن کی انفان اپنے اندر کیسی قیامت خیز رمزیں رکھتی ہے اور گھنٹے بھر بعد میگزین کو سائیڈ ٹیبل پر رکھنے تک ایڈون پر یہ احساس پوری طرح سے غالب آ چکا تھا کہ اس نے ساری زندگی بغیر کسی وجہ کے تنہائی میں کیوں گزار دی۔

"کیٹی..." اس نے توقف کیا تھا۔

"میڈ کیٹی کو بھیجیے میرے پاس۔" قریب کی ٹیبل پر جوس کا گلاس رکھتی میڈ سے اس نے بڑے پرسوچ انداز سے کہا تھا۔ اس کی یادداشت کمزور ہوتی تو بیانکا سے ہوئی چھ ماہ پہلے کی ملاقات کو یاد کرنے میں اسے زمانے بیت جاتے۔ لیکن وہ ملک کا مشہور و معروف وکیل ایسے ہی تو نہیں بنا تھا۔

"جی سر... آپ نے بلایا۔"

کیٹی تھوڑی دیر بعد ہی حاضر ہو گئی تھی۔

"تمہاری... ایک دوست تھی بیانکا... جس سے ایک بار ملاقات ہو چکی ہے۔"

"جی سر!" کیٹی کا چہرہ خود بخود ہی روشن ہوا تھا۔

"کیا اس نے اپنا کیس کسی اور وکیل کو دیا تھا؟"

"نہیں سر!"

"تو پھر تم اسے دوبارہ بلاؤ... میرے خیال سے اس کے مسئلے میں میں اس کی کچھ مدد کر سکتا ہوں۔"

کمال مہارت سے ایڈون نے اپنے تازہ اندرونی جذبات چھپاتے ہوئے سنجیدہ اور ہمیشہ والے بردبار لہجے میں کہا تھا۔

"وہ خود بھی آپ سے ملنا چاہتی ہے سر۔" خوشی کے باعث کیٹی کی زبان سے پھسلا تھا۔

عین اسی وقت اس جگہ سے میلوں دور دک

بلڈنگ کے نیم اندھیرے کمرے کی کھڑکی میں کھڑے شہرام نے اپنی گردن میں لٹکتے تعویذ کی لکڑی کو اپنی انگلی کی پوروں سے چھوا تھا۔ مسکراہٹ بھرے مگر بڑے پرسوچ انداز میں۔

"نہیں بیانکا یہ مجھے اس طرح واپس نہیں کرے گی۔ جس طرح سیرین نے کیا تھا۔" شہرام نے خود سے کہا تھا۔

بادل آج بڑے عرصے بعد اسے اجلے اجلے اور دودھیا پانیوں سے بھرے ہوئے نظر آئے تھے۔ وہ پچھلے چھ ماہ سے بیانکا کے ساتھ تھا اور یہ بات اس کے دل نے خود ہی طے کر لی تھی کہ بیانکا بھی اس کے لیے وہ ہی احساسات رکھتی ہے۔ جواب خود اس کے بھی تھے۔

باہر روشن دن میں ست بھرائی چڑیوں کا غول وی کی شکل میں اڑتا اڑتا قریب سے قریب آنے لگا تھا اور جب وہ غول بے انتہا قریب سے آ کر گزرا تو شہرام نے دیکھا کہ ان کے پروں پر ان گنت رنگوں والے پنکھ تھے۔ مور کے پنکھوں سے بھی زیادہ لشک دینے والے۔

اس کے کمرے میں موجود مصنوعی اور بوسیدہ پھولوں کی تازہ خوشبو پھیلتے پھیلتے باہر کو لپکنے لگی تھی۔

البانی نژاد معصوم شہرام... محبت میں گرفتار ہو چکا تھا۔ ایک بار پھر... بیانکا کی محبت میں۔

☼ ☼ ☼

چراغ سے نکلتے دیو کی طرح گاڑھا دھواں آسمان پر چڑھ کر کسی نازنین کے تخیل کی طرح گم ہو جاتا تھا۔ وہ رات قہقہوں سے پیدا ہوئی لگتی تھی۔ بدقسمتی سے جس کے اختتام پر آنسوؤں کا سمندر موجزن تھا۔ بیانکا کبابوں کو ساس میں ڈپ کر کے پوری رغبت سے کھا رہی تھی۔ شہرام نے بالکل ٹھیک کہا تھا کہ وہ مایوس نہیں ہو گی اور اس کے ذوق انتخاب کی داد دے گی۔ آج وہ نہ جانے کتنا کھا چکی تھی۔

بھاپ چھوڑتے کبابوں کو وائٹ یوگریٹ اور چلی سوس کے ساتھ مکمل بے اختیار ہو کر کھاتے ہوئے

شہرام کو وہ آٹھ نو سال کی ایک معصوم بچی لگ رہی تھی جو دنیا کی ہر فکر سے بے نیاز و بے پروا ہوتی ہے۔

"کیسا لگا سب؟" شہرام نے فخریہ انداز سے پوچھا تھا۔

"فن ٹاسٹک۔۔۔ سوپر۔۔۔"

چٹخارے سے کھاتے ہوئے اس نے انگوٹھے اور انگلی کا گول دائرہ بناتے ہوئے کہا تھا۔

"ارجیر والوں کے نفیس ذوق کو ماننا پڑے گا۔ میں نے اس خوشبو اور ذائقے کے ذریعے آنٹی نتوبیہ تک ایک ادھورا سفر مکمل کیا ہے۔"

شہرام کے چہرے کی خوشی پلک جھپکتے میں غائب ہوئی تھی۔ اس نے کچھ نہیں کہا تھا۔ لیکن اس کی آنکھیں ضرور نم ہو گئی تھیں۔ بیانکا جان گئی تھی کہ وہ آنٹی نتوبیہ کے نام سے افسردہ ہو گیا ہے۔

"کیا تم اب کبھی البانیہ واپس نہیں جاؤ گے شہرام۔" ٹشو سے ہونٹوں کے کنارے صاف کرتے ہوئے اس نے پوچھا تھا۔

"جاؤں گا۔۔۔ لیکن وقت کا اندازہ نہیں کہ وہ وقت کون سا ہو گا۔"

"وہ تمہیں یاد کرتی ہوں گی۔"

"وہ مطمئن ہوں گی کہ وہاں رہ کر میں کسی طرح کی اذیت میں مبتلا نہیں ہوں۔ انہوں نے ہمیشہ میرا مسکراتا ہوا چہرہ دیکھا ہے۔۔۔ ان کا تصور اسی طرح بندھا رہے تو ٹھیک ہے۔۔۔ ایسی حالت میں میری وہاں موجودگی ان کے لیے کسی دھچکے سے کم نہیں ہوگی۔ وہ خوشی سے بڑھ کر اداس اور غمگین ہو جائیں گی۔"

"میرن اور حسنی نے جو کچھ تمہارے ساتھ کیا۔ اس میں آنٹی نتوبیہ کا تو کوئی قصور نہیں۔"

"جانتا ہوں۔۔۔ لیکن میرے ساتھ جو ہوا' اس میں میرا بھی تو کوئی قصور نہیں تھا۔"

"کیا تم انکل زلاری سے بھی ناراض ہو کہ انہوں نے تم سے دونوں کا تعلق چھپائے رکھا۔"

"نہیں' ان کے بتانے یا نہ بتانے سے کیا فرق پڑتا تھا۔ میری تقدیر میں ایسا ہی ہونا لکھا تھا۔"

"اینڈ لیسٹ۔۔۔ تم آنٹی نتوبیہ سے فون پر تو بات کر ہی سکتے ہو۔"

"ہاں۔۔۔ کروں گا۔۔۔ بہت جلد۔۔۔"

شہرام نے بظاہر سامنے لیکن نہ جانے کس طرف دیکھتے ہوئے ایک خاص انداز میں اور کسی بات کو ذہن میں رکھ کر کہا تھا۔ بیانکا کو اس کے لہجے میں کوئی چیز پوشیدہ نظر آئی تھی۔

"مجھے ان سے ملنے کا بہت اشتیاق ہے شہرام۔۔۔"

"وہ ہیں ہی اتنی اچھی۔۔۔ دراصل شاید دنیا کی ساری مائیں ان کے جتنی ہی اچھی ہوتی ہیں۔۔۔ ماؤں کی محبت میں ایک عنصر درخت کی جڑ جیسا ہوتا ہے۔"

جڑ کو پتا ہوتا ہے کہ اس کی کس شاخ کو اس وقت پانی کی ضرورت ہے۔ مائیں ساری زندگی کے لیے اپنے وجود سے بنے وجود کے اندر مقیم رہتی ہیں؟"

"تمہیں درختوں کے بارے میں بھی کتنا علم ہے نا شہرام۔"

بیانکا نے موضوع بدلنے کے لیے کہا تھا۔ یہ باتیں ایسی اور ایسے جذباتی انداز میں ادا کی جا رہی تھیں کہ لمحاتی طور پر بیانکا' پھر سے اس تہ خانے میں بند ہو گئی تھی۔ اسے حیفہ مام ٹوٹ کر یاد آئی تھیں۔

"ہاں۔۔۔ لیکن بابا زلاری سے زیادہ نہیں۔"

"تو بتاؤ شہرام۔۔۔ کیا پیڑ صرف استعارے ہیں۔۔۔ صرف تشبیہات ہیں' جذبوں کی یا ان کے اندر بھی راز چھپے ہوتے ہیں۔"

"ان گنت۔۔۔ ہماری سوچ سے زیادہ۔۔۔ اور ہم سے بھی زیادہ یہ زندہ ہوتے ہیں۔"

"تو کیا ان سے منسوب استعارے جھوٹے ہیں۔"

"نہیں وہ استعارے بھی تو پیڑوں سے محبت کرنے والوں نے ایجاد کیے ہیں۔ وہ ان کی زبانیں جانتے تھے۔"

"مثلاً"۔۔۔ بتاؤ مجھے۔"

"مثلاً۔۔۔" وہ ذہن پر زور دے کر بہت کچھ یاد کرنے لگا تھا۔

"مثلاً"۔۔۔ جند' خوب صورت ترین درخت۔۔۔

پیپل' انجیر کا ہم راز۔۔۔ خراش' مہربان دوست۔۔۔ ارجن' باغوں کا محافظ۔۔۔ دیودار۔۔۔ غازی۔۔۔ سپاہی۔۔۔ اشوک۔۔۔ محبت کا گلدستہ۔۔۔ املتاس۔۔۔ مشتی کی شاعری کا دل پسند۔۔۔ امید کا درخت۔۔۔ نجری' عطردان۔۔۔ برگد درویش درخت۔۔۔ بوڑھ۔۔۔ سحرکار۔۔۔ کدام۔۔۔"

وہ رکا۔ اچانک سے ٹھٹکا یا شاید الجھ گیا۔

"کدام۔۔۔؟"

اور چپ ہو گیا اور کہیں کھو بھی گیا۔ بیانکا سمجھ گئی تھی کہ وہ اس وقت کہاں موجود ہے۔

"اور یہ۔۔۔؟"

اس نے اسے متوجہ کیا تھا اور اپنے دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے آگے کو جھک کر شہرام کی گردن پر دھرے تعویذ کو چھوا تھا۔ ایسے کہ بیانکا کا ہاتھ شہرام کے سینے پر آ گیا تھا۔

اب کے شہرام مزید شدت سے چونکا تھا اور اس کا دل گویا پاتال سے نکل کر دھڑکا تھا۔ اگر اور صندل سے مہکا ہوا' پورا کھیت اس کے سینے پر ایک نقطے کی شکل میں آ گیا تھا۔ آخری بار اس نے اپنے دل کی دھڑکن ارجیر کی پہاڑی اترتے وقت سنی تھی اور آج اسے ایسے محسوس ہوا کہ جیسے وہ ہمالیہ بھی سر کر لے گا۔

"یہ چیڑ (درخت) ہے۔۔۔ اپنی جڑ سے محبت کرنے والا۔"

شہرام کی نظریں خود بخود ہی جھکتی چلی گئی تھیں۔ بیانکا نے ایک جھٹکے سے ہاتھ اس کی گردن پر سے اٹھایا تھا۔ دونوں میں لمحوں کی خاموشی آ گئی تھی۔ جو بڑی طویل ثابت ہوئی تھی۔ بیانکا پر محسوسات کے جہان کا ایک نیا در کھلا تھا۔ اسے خود کو نارمل کرنے میں بڑے جگ بیت گئے تھے۔

"بیانکا۔۔۔"

شہرام نے پکارا تو بیانکا نے بڑی آہستگی سے پلکیں اٹھائی تھیں۔

"کیا تم۔۔۔ کیا تم مجھ سے۔۔۔؟"

شہرام نے سختی سے تعویذ کو اپنی مٹھی میں دبا کر بیانکا سے کچھ کہنا چاہا تھا۔

"مسٹر ایڈون کو جانتے ہو۔ مشہور لائر تھے امریکا۔"

بیانکا نے اس کی بات کاٹی تھی۔ جو ادھوری بات شہرام کے لبوں میں دب کر دم توڑ چکی تھی۔ وہ مکمل اس کی آنکھوں سے عیاں تھی۔ ایسی باتیں اکثر اوقات زبانوں کے تکلف کی محتاج نہیں ہوتیں۔ بیانکا کے اندر کے بہت حساس کی پیش گوئی غلط ثابت نہیں ہوئی تھی۔ شہرام واقعی کچھ کہہ دینے والا تھا۔ اسی لیے بیانکا نے فوراً" اور بروقت حاضر دماغی کا مظاہرہ کیا تھا۔

"مسٹر ایڈون کو کون نہیں جانتا؟"

شہرام نے نرمی سے کہا۔ موضوع بدل جانے پر وہ جھنجلاہٹ کا شکار ہوا تھا۔ اس کے سارے خوش گوار منصوبوں کی جیسے دھجیاں اڑ گئیں۔ لیکن اس کی جھنجلاہٹ میں ایک گونہ اطمینان بھی تھا۔ اسے اپنے دل کی بات کرنے کے لیے مزید مہلت مل گئی تھی۔ وہ پہلے سے زیادہ بہتر ماحول اور خوب صورت موضوع گفتگو میں یہ بات کر سکتا تھا۔

"وہ میرا مقدمہ لڑنے کے لیے تیار ہو گئے ہیں۔"

بیانکا نے دھماکے کی صورت انکشاف کیا تھا۔

"مذاق کر رہی ہو۔" شہرام نے حیرت سے پوچھا تھا۔

"مجھے اس کی ایکزیکٹ فیس کا تو علم نہیں۔۔۔ مگر اتنا اندازہ ضرور ہے کہ اگر تم پانچ چھ سال مسلسل کلب کی تنخواہ خرچ کیے بغیر جمع کرتی رہو تو شاید تب ہی اس کی فیس ادا کرنے کے لیے پیسے اکٹھے کر سکو گی۔"

"پیسے اکٹھے کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ میرا مقدمہ مجھ سے فیس لیے بغیر لڑے گا۔"

"رئیلی۔۔۔؟"

"بالکل۔۔۔"

"اگر یہ بات سچ ہے تو مجھے حیرت ہے۔۔۔ کیا وہ اکثر اوقات اسی طرح کی فیاضی کا مظاہرہ کرتا ہے۔"

"بقول کنٹی کے یہ اس کی زندگی کا پہلا مقدمہ ہے' جسے وہ فری آف کاسٹ کرنے کے لیے تیار ہوا ہے۔"

"پھر تم یہ بات کسی کو بتانا مت۔" شہرام ہنسا تھا۔ "ورنہ یہ معاملہ اخباروں کے پہلے صفحے کی زینت بن جائے گا اور بنتا رہے گا۔ شاید تم بھی رپورٹرز کو مطلوب ہو جاؤ اور اپنے دونوں میش اپ کی نسبت زیادہ شہرت حاصل کر لو۔"

"ہاں۔۔۔ مجھے بھی ایسا ہی لگتا ہے۔۔۔ اخباروں میں میرا ذکر تو آئے گا ہی۔۔۔ میگزین بھی میرے انٹرویو کے لیے وقت مانگیں گے۔ ٹی وی پر میری فوٹیج بار بار چلے گی۔۔۔ سوشل میڈیا میری گفتگو، میرے سراپے سے بھرا ہو گا۔۔۔ میرے مقدمے کی ایک ایک روداد لوگوں کو ازبر ہو جائے گی۔ درحقیقت یہ مقدمہ سے زیادہ زبان زدعام ہونے والا ہے۔ موجودہ وقت میں۔۔۔ ہاہاہا۔۔۔"

بیانکا نے کہہ کر ایک کھوکھلا قہقہہ لگایا تھا اور اس کے چہرے پر اداسی پھیل گئی تھی۔

"نہیں ایسی بھی بات نہیں ہے۔۔۔ تم تو کچھ زیادہ ہی سوچ کر بیٹھی ہو۔"

"تم نہیں جانتے۔۔۔ میں آنے والے وقت کو دیکھ رہی ہوں۔"

"تم یہ مقدمہ ضرور جیتو گی بیانکا۔" شہرام نے ہمدردی سے کہہ کر اس کا ہاتھ دبایا تھا۔

"ہاں۔۔۔ ضرور۔۔۔ یا شاید۔۔۔ لیکن کچھ اور بہت سا ہار جاؤں گی۔"

"مطلب۔۔۔؟"

وہ نہ سمجھتے ہوئے بولا۔ بیانکا لحہ بہ لحہ روپ بدلنے والی لڑکی تھی۔ بات کرتے کرتے وہ ایک دم سے اداس ہو گئی تو شہرام حیرانگی سے اسے دیکھنے لگا۔

"چلتے ہیں۔۔۔ کافی دیر ہو گئی ہے۔"

بیانکا اپنا ہینڈ بیگ پکڑ کر کھڑی ہوئی تھی۔ پھر اس نے سیٹ کی پشت پر پڑا فر کا کوٹ پہنا تھا اور دونوں ہاتھ اس کی جیبوں میں ڈال لیے تھے۔

دونوں چلتے چلتے فابی ریسٹورنٹ کی حدود سے باہر نکل آئے تھے۔

"پہلے ٹیکسی مجھے ڈراپ کرے گی۔ پھر تم اپنے فلیٹ جاؤ گے۔" بڑی دیر کے بعد بیانکا کا موڈ پہلے جیسا ہوا تھا۔ لیکن ابھی ٹیکسی بڑی سڑک پر آئی ہی تھی کہ بیانکا کو جیسے کچھ یاد آ گیا۔

"ڈینم بلاک چلیے۔"

بیانکا نے ایک پوش علاقے کا نام لے کر ڈرائیور کو وہاں چلنے کا کہا تھا۔ کیٹی نے اسے بڑے پُرجوش انداز میں ساری تفصیل بتا تو دی تھی۔ جسے سن کر وہ صبح سے ہی کافی خوش تھی لیکن پھر نہ جانے کیوں وہ شام تک ساری بات بھول گئی۔

"مجھے ایڈون سے ملنا ہے۔" شیشے سے باہر کی تاریک سرد رات کو دیکھتے ہوئے اس نے شہرام کو بتایا تھا۔

"یہ آفس ٹائم تو نہیں۔"

"مجھے اس کے گھر میں اس سے ملنا ہے۔ کیٹی کی وجہ سے میری تین چار ملاقاتیں ایڈون کے گھر میں ہی ہوئی ہیں۔"

پھر ٹیکسی جس جگہ رکی۔ اس جگہ کے لیے بنگلے کا لفظ بھی کہیں بہت چھوٹا اور دور پیچھے رہ جاتا ہوا محسوس ہوتا تھا۔

"امید ہے مجھے واپس آنے میں زیادہ دیر نہیں لگے گی۔"

بیانکا کہتے ہوئے اتری تھی اور پھر شہرام کے دیکھتے ہی دیکھتے وہ اندر چلی گئی تھی۔ شہرام وہیں گاڑی میں بیٹھا رہا تھا۔ اس کی چھٹی حِس میں آتے خدشات اسے بے چین کرنے لگے تھے۔

سرد رات مدتوں سے کبھی ایک جگہ پڑے ہوئے پتھروں کی طرح ساکن تھی۔ وقت رکا ہوا یا شاید قطب شمالی کی طرح جما ہوا تھا۔ گھنٹوں کی سوئیاں بہت عجلت کا شکار ہو گئی تھیں، جبکہ سیکنڈوں کی سوئیاں اپنی جا جم سے آگے نہ بڑھ پا رہی تھیں شہرام کے لیے یہ وقت کاٹنا مشکل تر ہو گیا تھا۔

بیانکا بہت خوشگوار موڈ میں واپس آئی تھی۔

"چلیے۔۔۔" اس نے ڈرائیور سے کہا تو شہرام کو اس کی آواز میں گہرے سمندروں کا سا شور سنائی دیا تھا۔

"مجھے اپنے مقدمے کے سلسلے میں اس سے ملنا تھا۔"

بیانکا نے شہرام کو بتایا۔ جبکہ شہرام کی نظریں چاند کی طرح چمکتے ہیرے پر اٹکی ہوئی تھیں۔ وہ ہیرے کا ایک چھوٹا ذرہ بیانکا کی شہادت کی انگلی میں پرویا ہوا تھا۔ شہرام کو اچھی طرح یاد تھا کہ ریسٹورنٹ میں جس وقت بیانکا نے ہاتھ آگے بڑھا کر اس کی گردن میں جھولتے تعویذ کو چھوا تھا تب وہ ہاتھ اور انگلیاں مکمل طور پر خالی تھیں۔

ہمت رکھنے اور بات کو بے ضرر جاننے کے باوجود بھی وہ بیانکا سے اس کے متعلق پوچھ نہ سکا۔

بیانکا نے اندر کی ملاقات کا احوال سنانے میں کوئی دلچسپی ظاہر نہیں کی تھی۔ اس کی نظریں افق پار کے دھاروں پر ٹکی ہوئی تھیں۔ اس کی منزل اس کے قریب تر آتی جارہی تھی۔ نفرت، غصے اور انتقام کا تناور درخت زمین پر اپنی جڑیں پوری طرح پھیلا چکا تھا۔ اسے اب وہاں زہریلا پھل لگنے کا انتظار تھا اور یہ انتظار بھی ختم ہونے کے قریب تھا۔

باہر کے تاریک مناظر تارکول کی طرح کچھ زیادہ ہی تاریک ہوچکے تھے۔ قمقمے جیسی روشنیاں اپنی کم مائیگی کے احساس پر شرمسار سی تھیں۔

ٹیکسی اپارٹمنٹ کی بلڈنگ کے آگے رکی تو وہ بنا کچھ کہے باہر نکلی تھی۔ لیکن اتر کر اور چند قدم آگے بڑھ کر وہ واپس پلٹی اور گھومی تھی اور شہرام کی طرف والی کھڑکی پر اس نے اپنا چہرہ ٹکایا تھا۔

"یہ دیکھو۔" اس نے اپنا دایاں ہاتھ شہرام کو دکھایا شہادت کی انگلی کو آگے بڑھا کر۔

"یہ۔۔۔ یہ کیا ہے؟"

"کوئی پاگل بھی سمجھ سکتا ہے کہ یہ رنگ ہے اور یہ اس کے اندر ایک بیش قیمت ہیرا فکس ہے۔"

"تمہیں۔۔۔ کیا تم نے اسے پرچیز کیا؟"

"نہیں۔۔۔ یہ مجھے ایڈون نے دی۔"

بیانکا نے کہا تو گھنے جنگلوں کی ہیبت شہرام کے چہرے پر آئی تھی۔

"تم پوچھ رہے تھے کہ ایڈون کی فیس میں کیسے ادا کروں گی؟"

وہ بات جسے سارے سفر کے دوران شہرام کو بتانے کی وہ اپنے اندر جرات نہیں رکھتی تھی اب نجانے کیسے بتارہی تھی۔

"ہاں۔۔۔!"

"اس کی ضرورت نہیں پڑے گی۔۔۔ میں نے اس کا پرپوزل قبول کرلیا ہے۔ میں اس سے شادی کررہی ہوں۔۔ اس مقدمے کی جیت ہی میری شادی کا گفٹ ہوگی۔"

بیانکا نے کس قدر خوشی اور ادا سے کہا تھا' یہ بات الگ کہ کہتے ہوئے اس کی آواز میں ظافر یوسف کی موسیقی کا سار اور دسمٹ آیا تھا۔

شہرام کے چہرے کے تاثرات کیا ہوئے تھے۔ وہ نہ جاننے کی غرض سے ہی بیانکا نے فوراً" چہرہ پرے کیا تھا۔ اور پھر مزید کچھ کہے بغیر وہ بلڈنگ کے داخلی دروازے کی طرف بڑھ گئی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ شہرام ابھی تک بے حس و حرکت اسے پیچھے سے دیکھ رہا ہوگا۔

اپنے اپارٹمنٹ میں داخل ہو کر وہ دھم سے صوفے پر بیٹھی تھی۔ جیسے ماؤنٹ ایورسٹ سر کرکے آئی ہو۔ یا جیسے مریخ کے لمبے اور تھکا دینے والے سفر سے واپس لوٹی ہو۔ عجیب بات تھی۔ وہ بات جب صرف اس تک محدود تھی تب بھی اسے پریشان کررہی تھی۔ اور اب جب اس نے وہ شہرام کو بتادی تھی تو اس کی بے قراری پھر بھی کم نہیں ہوئی تھی۔

اسے اس طرح بیٹھے بیٹھے کافی لمحے گزر گئے تھے۔ جب خاموش فضا میں گاڑی کے انجن کے اسٹارٹ ہونے کی آواز کسی بسمل پرندے کی کراہ کی طرح گونجی تھی۔

صوفے پر ساکن بیٹھی بیانکا جانتی تھی کہ یہ اس گاڑی کے انجن کے چلنے کی آواز ہے۔ جس میں شہرام بیٹھا ہوا ہے۔

✲ ✲ ✲

ایڈون بے چینی سے کمرے میں ٹہل رہا تھا۔

بے چینی اور اضطراب کی حالت میں اس کی یہ صورت حال آج پہلی بار ہورہی تھی۔ ورنہ اپنی پوری زندگی میں وہ کسی مقدمے یا اپنی ذاتی زندگی کو لے کر جب بھی پریشان ہوا تو بند کمرے میں موم بتیاں روشن کرکے تنہائی میں وقت گزارنے کا عادی تھا لیکن آج کی پریشانی میں قدموں نے وہ سفر پکڑ لیے تھے جن کی شروعات تو امید و آس سے ہوئی تھی اور اختتام یقیناً" خوشی پر ہونے والا تھا۔

"خدا کا شکر کہ تم آگئے جوڈتھ!"

ایڈون نے دور سے ہی جوڈتھ کو آتے دیکھ کر اونچی آواز میں کہا تھا۔ جوڈتھ کا چہرہ کامیابی کی خوشی سے دمک رہا تھا۔

"یہ دیکھیے۔"

جوڈتھ نے قریب آکر سرگوشی سی کی تھی۔ اور پھر شاپنگ بیگ میں سے ایک مضبوط ڈبے میں بند مخملی ڈبیہ کھول کر ایڈون کے آگے رکھ دی تھی۔

"میں غلط نہیں ہوسکتا۔۔۔ اور کوئی مجھے جھٹلا بھی نہیں سکتا کہ نیویارک مال میں کوئی رنگ اس سے بڑھ کر بھی موجود تھی۔"

ایڈون انگوٹھی کو مخملی ڈبیہ سے نکال کر اشتیاق سے دیکھنے لگا تھا۔ جوڈتھ نے اپنی بات میں مزید اضافہ کرنا ضروری سمجھا تھا۔

"اس کے انتخاب میں میں نے گھنٹوں کا وقت صرف کیا ہے۔۔۔ میں لیڈی نہیں ہوں لیکن پھر بھی میرا دل اسے پہننے کو کررہا ہے۔۔۔ مس بیانکا کو یہ یقیناً" بہت پسند آئے گی۔" جوڈتھ خوشی کے مارے بولتا چلا گیا۔

"اتنی وضاحتیں مت دو پیارے۔۔۔ کیا میں اندازہ نہیں لگا سکتا کہ تمہاری نظر انتخاب کتنی دیر کے بعد اس پر ٹکی ہوگی۔۔۔ یہ واقعی۔۔۔ یہ بہت خوب صورت ہے۔۔۔ اتنی کہ اس کے لیے خوب صورتی کا لفظ بھی بہت چھوٹا ہے۔"

"مس بیانکا خود بھی اتنی حسین ہیں کہ ان کے آگے خوب صورتی کے سارے الفاظ معمولی ہوجاتے ہیں۔"

ایڈون نے بالآخر شادی کرنے کا فیصلہ کرلیا تھا اور یہ وہ بات تھی جس نے تیس سالہ ایڈون کے پرانے اور چہیتے ڈرائیور جوڈتھ سمیت سارے محل کو خوشی سے نہال کردیا تھا۔ نجانے کیسے یہ بات گھر کے ملازموں اور میڈ تک بھی پہنچ گئی تھی اور آج کچن سمیت سب کو بیانکا کی آمد کا انتظار تھا۔

ایڈون نے انگوٹھی واپس نہیں رکھی تھی وہ تصور ہی تصور میں اس منظر میں کھو گیا تھا کہ جب وہ یہ انگوٹھی بیانکا کو دے کر پرپوز کرے گا تو اس کے کیا تاثرات ہوں گے۔

وہ سیدھی سادی سی لڑکی نجانے کیوں فیشن میگزین کے صفحے پر ایڈون کو بہت پیاری لگی۔ حالانکہ وہ اس سے براہ راست ایک ملاقات کرچکا تھا۔ جس میں اسے ہر ساعت یہ لگتا رہا کہ یہ لڑکی بس ابھی رو دے گی۔ تب وہ کسی حد تک ایک بکھری ہوئی لڑکی تھی۔ جسے کسی چیز نے مجبوراً" سمیٹ رکھا تھا۔ پھر بھی جو کہانی بیانکا نے ایڈون کو سنائی اس نے ایڈون کو زیادہ متاثر نہیں کیا تھا۔ اس نے اپنی پوری زندگی میں ایسے لاتعداد کیس ہینڈل کیے اور سنے تھے۔ لیکن نہ جانے کیا بات ہوئی یا شاید بیانکا کو اپنا مدعا صحیح طرح بیان کرنا ہی نہ آیا کہ ایڈون کو اس ساری کہانی میں غلط بیانی نظر آئی۔

اس طرح پہلی ملاقات ناکام رہی تھی۔

جرمنی سے واپسی پر اس کی بیانکا سے دوسری ملاقات ہوئی تھی۔

وہ بکھری ہوئی لڑکی اب کے پورے طمطراق سے آئی تھی۔ جیسے وہ مس ورلڈ ہو اگر نہیں تھی تو کم بھی نہیں تھی۔۔۔ ایڈون کو یا سکتے میں آگیا تھا۔

"یہ خوب صورتی مجھے پہلی ملاقات میں کیوں نظر نہ آئی۔" اسے خود پر شبہ ہوا تھا کہ وقت گزرنے اور عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ اس کی نظر بھی کمزور ہونے لگی

ہے شاید۔

خود بیانکا کی گفتگو کے ساتھ نظروں کا آنے والا ہر ہر ترکش تھا۔ ان ترکش تیروں کی بھرمار سے ایڈون بھلا کیسے بچتا۔ بیانکا کی سنائی کہانی کے سارے جھول خود بخود ہی ختم ہو گئے۔

ایڈون نے اسے اگلے دن پھر آنے کا کہا تھا۔

وہ سارا دن اس نے گھر میں گزارا تھا۔ اپنی موجودہ اور ماضی کی زندگی پر نظر ڈالتے ہوئے۔ سوائے دولت کی فراوانی کے کوئی چیز ایسی نہیں تھی جس کی بنا پر وہ خود کو کامیاب مرد تصور کر سکتا۔ سنگل ہونے اور رہ جانے کے باعث وہ اب تک ایک ناکام زندگی بسر کرتا آیا تھا۔ ویسے اس بات کا اعلان تو اس کی بہن بھی ہر فون کال پر کرتی تھی لیکن یہ احساس آج خود ایڈون پر بڑی شدت سے غالب آیا تھا۔

"جوڈتھ میں شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

بیانکا سے ہوئی تیسری لمبی ملاقات کے اختتام پر اور بیانکا کے جانے کے بعد اس نے اپنے چہیتے ڈرائیور سے کہا تھا۔

"کیا؟ کس سے۔۔۔ کون ہے وہ سر؟"

"یہ جو ابھی ابھی یہاں سے اٹھ کر گئی ہے۔۔۔ لیکن پھر بھی یہاں ہی ہے۔۔۔ بیانکا سے۔۔۔"

ایڈون نے بتایا اور جوڈتھ کا دل کیا کہ وہ خوشی سے چلا چلا کر پورا محل سر پر اٹھا لے۔

☼ ☼ ☼

"جوڈتھ! تم کیتھی سے کہو کہ وہ بیانکا کو کال کرے۔۔۔ کہیں وہ بھول ہی نہ گئی ہو کہ اسے آج یہاں آنا ہے۔۔۔ کہیں وہ آج کی ملاقات کو بھی عام ملاقات نہ سمجھ رہی ہو۔" ایڈون آج اس بچے کی مانند تھا جو کسی مذہبی تہوار میں اچھے اور مہنگے کپڑے پہن کر اپنی خوشی میں دیوانہ ہو جاتا ہے۔

"وہ یہ بات کیسے بھول سکتی ہے سر۔۔۔ کوئی بھی لڑکی یہ بات کیسے بھول سکتی ہے۔"

"لیکن میں نے اسے ابھی تک کوئی اشارہ بھی تو نہیں دیا۔"

"لڑکیوں کو اشاروں کی ضرورت نہیں پڑتی۔۔۔ وہ نظر التفات کو مردوں کی نسبت زیادہ بہتر طریقے سے سمجھ سکتی ہیں۔"

"جوڈتھ۔۔۔ اگر اس نے انکار کر دیا تو۔۔۔؟" ایڈون نے اپنے خدشے کا اظہار کیا تھا۔

"ایسا نہیں ہو سکتا۔۔۔ اگر ایسا ہوا تو یہ مس بیانکا کی بدقسمتی ہو گی۔"

"اچھا۔۔۔ تم کہتے ہو تو ٹھیک ہی کہتے ہو گے۔" ایڈون صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔

پھر بڑی دیر کے بعد رات میں بیانکا کی آمد کی خوشبو آئی تھی۔

"وہ آگئی ہیں سر۔۔۔ مس بیانکا۔"

جوڈتھ نے آکر اسے اطلاع دی تھی۔

"اوہ۔۔۔" ایڈون جیسے نیند سے جاگ کر اٹھا تھا۔

"تو تم پھر جاؤ یہاں سے۔۔۔ تمہارے سامنے میں یہ بات بھلا کیسے کروں گا۔"

"ٹھیک ہے سر!" جوڈتھ ہنستا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا تھا۔

ایڈون خود کو بڑے ضبط سے اپنے مستقل رعب والے سراپے میں لانے میں کامیاب ہو پایا تھا۔ لیکن جوں ہی بیانکا اندر داخل ہوئی ایڈون کو یہ ضبط کہیں کھوتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

"آپ نے کچھ ضروری باتیں کرنے کے لیے مجھے بلایا تھا۔"

بیانکا کا لہجہ ایک کسٹمر جیسا تھا۔ حالانکہ کیتھی نے اسے سارے حالات بڑی وضاحت سے بتا دیے تھے۔ اور وہ جانتی تھی کہ ایڈون نے آج اسے یہاں صرف کسٹمر کی حیثیت سے نہیں بلایا۔

"غفار جلال کے گھر کا پتا چل گیا ہے۔ وہ فلوریڈا میں بنگال یارڈ نامی علاقے میں رہتے ہیں۔۔۔ اب وہ لوگ زراعت کے شعبے سے منسلک نہیں ہیں۔۔۔ انہوں نے اسٹور خریدا ہے بہت بڑے لیول کا اور وہ تینوں اسے ہی رن کر رہے ہیں۔ یہ چیز ان کے خلاف جاتی

ہے کہ انہوں نے محکمہ زراعت سے کس وجہ کے تحت غلط بیانی کی کہ وہ پاکستان شفٹ ہو رہے ہیں۔۔۔ جبکہ وہ فلوریڈا آباد ہونے کی سوچ رہے تھے دوسرا یہ کہ اتنے بڑے لیول کا اسٹور خریدنے کے لیے ان کے پاس رقم کہاں سے آئی۔"

"انہوں نے ڈیڈ الیاس کی پراپرٹی کو سیل کر دیا تھا جو میں ان کے نام کر چکی تھی۔"

"میں نے یونین کے آفس سے ریکارڈ حاصل کر لیا ہے۔ تمہیں اندازہ نہیں ہو پایا' دراصل تم نے اپنے اثاثے غفار جلال یا احمد کے نام منتقل نہیں کیے تھے۔ بلکہ کسی انجان آدمی کو بیچے تھے دستاویزات میں اس آدمی کا نام مائیکل ہے۔ مائیکل غفار کا دوست تھا اور اسے فوت ہوئے دو سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔" بیانکا کو شاک لگا تھا' مکار لوگوں نے کس طریقے سے ساری کارروائی کی تھی۔

"یہ وہ واحد چیز ہے جو ان کے خلاف سب سے بڑا ثبوت بن سکتی ہے۔ نہ جانے انہوں نے یہ حرکت کیوں کی؟ شاید سارے معاملے سے خود کو دور رکھنے کے لیے لیکن مائیکل کی موت کا راز کھل جانے کے بعد اب وہ اس میں بری طرح پھنس جائیں گے غفار مائیکل نامی شخص کو نہیں جانتا۔ اس کے لیے یہ بات ثابت کرنا مشکل ترین بلکہ ناممکن ہے۔۔۔ جبکہ یونین کے آفس میں نصب کیمروں سے یہ بات بھی ثابت ہو جائے گی کہ تم ان تینوں کے ساتھ ہی آفس میں آئی تھیں۔۔۔ تمہارا اٹارنی بھی ساری سازش میں شامل رہا ہے۔ وہ بھی بچ نہیں سکے گا۔ مزید شواہد اکٹھے کرنے کے لیے ہمیں دولت کا سہارا لینا پڑے گا۔ دولت کی طاقت تو تم اپنی آنکھوں سے دیکھ ہی چکی ہو۔۔۔ جو انسان اچھے ہوتے ہیں صرف موقع کے فقدان کی وجہ سے اچھے ہوتے ہیں جیسے ہی انہیں برائی کرنے کا موقع ملتا ہے' وہ برے انسانوں کو بھی مات دے جاتے ہیں۔"

ایڈون نے کہا تو بیانکا نے سر کی جنبش سے ساری بات کا جواب دیا تھا۔ وقتی طور پر وہ افسردہ ہو گئی تھی۔ یہ وہ قصہ تھا جو جب بھی سنایا جاتا تھا اسے لہولہان کر جاتا تھا۔

"میں تم سے ایک اور بات بھی کہنا چاہتا ہوں بیانکا۔۔۔ درحقیقت میں نے آج تمہیں اس لیے بلایا ہے۔" جذبات سے عاری لہجے میں فقرہ ادا ہوا تھا۔

"آپ کہیں میں سن رہی ہوں۔" اس نے حیفہ مام کی بات حیفہ مام کے لہجے میں ہی ادا کی تھی۔

تھوڑی دیر ایڈون خاموش بیٹھا رہا تھا۔ پھر اٹھ کر کارنس کی طرف گیا تھا۔ جہاں کرسٹل ویز کے ساتھ مخملی ڈبیہ رکھی گئی تھی۔ بیانکا کے لیے اس ساری صورت حال کا کوئی پہلو بھی نیا نہیں تھا۔

"مجھ سے شادی کرو گی بیانکا؟"

یک لخت پلٹ کر اور کھلی ڈبیہ میں جگمگاتی انگوٹھی بیانکا کی طرف بڑھا کر ایڈون نے پوچھا تھا۔

"تم اگر مجھ سے شادی کر لو تو یہ میری زندگی کی سب سے بڑی خوشی ہو گی۔" بیانکا کے لیے سب غیر متوقع تو نہیں تھا جس رات وہ اپنے حسن کے جام میں موجود شہد اور زہر کے عنصر سے واقف ہوئی تھی اس رات ہی اس نے بڑے گہرے فیصلے کر لیے تھے۔ اس کا پہلا ہی ہدف ایڈون تھا۔ وہ کامیاب ہوئی تھی۔ اس نے ایسا ہی سوچا تھا۔۔۔ جیسا اب ہو رہا تھا۔۔۔ پھر بھی اس کے چہرے پر سوچی سمجھی مسکراہٹ نہ آسکی تھی۔

کمرے سے باہر دیوار کے ساتھ جڑ کر کھڑے جوڈتھ اور کیتھی سمیت دوسری میڈز کو ایڈون سے بھی زیادہ اس سوال کے جواب کا انتظار تھا۔ سب کے چہرے انجانی خوشی سے دمک رہے تھے۔

بیانکا نے ایک نظر۔۔۔ تراشے گئے ہیرے کو دیکھا تھا۔

اس ہیرے کی چمک ایسی تھی جیسی تہ خانے کے اندھیرے میں چمکتے حیفہ موم کی آنکھوں میں آئے آنسوؤں کی۔۔۔ اس ہیرے کی چمک ایسی تھی جیسی کوٹل بوزن سے آتی سورج کی ترچھی اور پھر ترچھی ہوتی بخشی شعاعوں کی۔

بیانکا نے بہت ساری روشنیاں اکٹھی کر لی تھیں

اور پھر اپنے آگے کے راستوں کو تلاش کرتا تھا۔ اس ہیرے کی چمک کم از کم اتنی تو ضرور تھی کہ اب وہ اندھیروں سے ڈر نہیں سکتی تھی۔ ڈیڈ الیاس کی گردن پر ثبت سرخ لکیر کے مضبوط تصور کو بھول سکتی تھی۔

"بولو بیانکا... میں تمہارے جواب کا منتظر ہوں۔"

"ہاں...!" آنکھوں کو... پلکوں کو... کافی دیر سے ساکت رکھے اور بنا چہرے کو ہلائے وہ نجانے کس رخ سے بولی تھی۔

ایڈون کو گو اسی بات کی توقع تھی پھر بھی اس کی آنکھیں پھیلتی چلی گئی تھیں۔ انگوٹھی نکال کر اس نے بیانکا کو پہنا دی تھی۔ جسے پہن کر وہ ایک طرح سے آدھی کامیاب ہو گئی تھی۔

اس کی خاموشی اور اداسی کے اسبابوں کی وجہ ڈھونڈنے سے بھی نہیں مل رہی تھی کیا وہ یہ ہی سب نہ چاہتی تھی۔

"مجھے دیر ہو رہی ہے۔ مجھے اب چلنا چاہیے۔"

چند منٹ کی مزید گفتگو کے بعد بیانکا نے کہا تھا اور ایڈون کے کچھ کہنے سے پہلے ہی اٹھی تھی۔

باہر نکلنے سے پہلے اس نے بڑی احتیاط سے رنگ کو اپنی انگلی سے اتار کر ہینڈ بیگ میں رکھ لیا تھا... لیکن لمبی روش کو پار کرتے وقت اس نے دوبارہ ہینڈ بیگ کھول کر رنگ کو واپس پہن لیا تھا۔

"یہ کوئی ایسی بات نہیں جسے کسی صورت راز میں رکھنے کی ضرورت ہے... خصوصاً شہرام سے۔"

ٹیکسی میں شہرام بیٹھا اس کا منتظر تھا۔ اس لیے اس نے وہاں تک پہنچنے سے پہلے اپنے چہرے پر بہتے بے تحاشا آنسوؤں کو بڑی نفاست سے صاف کر لیا تھا۔

☼ ☼ ☼

"اپنے کیریئر کا آخری ٹریک میں تمہارے نام کرتی ہوں... مارٹا۔"

ہیڈ فون کو کانوں سے لگا کر بیانکا نے کہا تھا۔ جواب میں مارٹا دل سے مسکرائی تھی۔ پھر چند ہی لمحوں بعد بیانکا نے چار گانوں کی جنگل بیٹ شروع کی تھی۔

"بالآخر وہ دن آنے ہی والا ہے جب میں پہلی بار سکون سے سوؤں گی۔" وہ Delay (ایک ایفیکٹ) کا استعمال کرنے لگی تھی۔

جب وہ لوگ جیلوں میں سڑیں گے تو کیا کیا جانتیں نہ ہو جائیں گی ان سب کی... تب وہ لوگ جان جائیں گے کہ قید کی زندگی کیا ہوتی ہے۔ تب وہ اس جائیداد کو بھی ترسیں گے جو پہلے سے ہی ان کے پاس تھی اور جس پر وہ خوش نہ رہ سکے۔ وہ مجھ سے معافی مانگیں گے لیکن میں انہیں ہرگز معاف نہ کروں گی... کیا انہیں معاف کرنے کے لیے میں نے اتنی مشکلوں کا سامنا کیا ہے... یہ اذیت انہیں جھیلنی ہو گی... وہ خدا سے معافی مانگیں گے گڑگڑائیں گے... خدا چاہے گا تو انہیں معاف کر دے گا۔ لیکن کوئی ایسا معجزہ نہیں ہو گا جو ان لوگوں کو سزاؤں سے بچا سکے... کس قدر خوب صورت منظر ہو گا وہ جس دن میں ان سب کو سلاخوں کے پیچھے دیکھوں گی... کسوف گرفتگی آفتاب سے بھی گہرا منظر... میں روز جاؤں گی ان سے ملنے... یہ دنیا کا خوب صورت ترین نظارہ ہو گا اور میں اس سے روز فیض یاب ہوا کروں گی... اپنے دل کو روز تسکین دیا کروں گی... جیسے روز میں نے خود کو یہاں اذیت دی ہے۔ اتنی کہ اذیت میری ذات کا حصہ بن گئی ہے... لیکن اب اس خود اذیتی کے دن پورے ہو گئے۔ اب میری باری آ گئی... کھیل کے دوسرے حصے کی... جس میں سارے مہرے بھی میرے ہوں گے اور ساری چالیں بھی میری ہوں گی...

گانے کے بول۔

خود کو جان لو... پہچان لو
تم فاتح ہو جاؤ گے

"ہاہا... ہاں میں نے خود کو جان لیا... اور اب میں فاتح ہوں... اس فتح کے لیے خود سے جنگ کرنا بڑا مشکل تھا۔

ہمارا انجان رہنا ہمارے لیے نقصان کا باعث تھا اور مجھے خدا پر کامل یقین تھا کہ کامیابی آخر میری ہی ہو گی۔

دلدل میں دفن ہونے سے بہتر ہے کہ
سفر ختم کر دیا جائے

وہ لی اور ڈی کے بٹنوں کو اوپر نیچے کرنے لگی تھی۔

"وہ آ گیا ہے۔"

مارٹا نے اس کے کان کے قریب منہ لا کر سرگوشی کی تھی۔

"کون؟"

"تمہارا دوست... شہرام"

"کہاں ہے۔"

"وہاں... نیچے وہ دیکھو۔"

مارٹا نے اشارہ کیا تو بیانکا نے اسی سمت دیکھا تھا۔ وہاں شہرام کھڑا اوپر بیانکا کو ہی دیکھ رہا تھا۔ بیانکا نے اپنی پوری جان لگا کر اسے ہائے کیا تھا۔ شہرام اس کی طرف دیکھتا رہا لیکن وہ مسکرا نہ سکا تھا۔

جب ہم مایوس نہ ہونے کا ارادہ کرتے ہیں
اور پالیتے ہیں بالآخر جو چاہتے ہیں

میوزک کا ردھم ہلکا ہوا تھا۔ بیانکا مزید کوئی ایفیکٹ استعمال نہیں کر سکی تھی۔ اسے شہرام کا اس طرح سنجیدہ رہنا عجیب لگا تھا۔ ایڈون سے شادی والی بات کے بعد سے وہ اسے آج نظر آیا تھا۔ پورے ایک ہفتے کے بعد... وہ شاید ان دنوں اس قدر مصروف رہا تھا کہ نہ ہی بیانکا سے مل سکا تھا اور نہ ہی اس کی کال کا جواب دے سکا تھا۔

پھر بھی ہم ادھورے سے کیوں رہ جاتے ہیں۔

بیٹ جنگلنگ کم ہوتے ہوتے کنارے سے لگنے لگی تھی۔ بیانکا نے ہیڈ فون اتار کر اسٹینڈ پر رکھا تھا۔

"الوداع پیاری مارٹا... تم نے میرا بہت ساتھ دیا ہے۔"

وہ تیزی سے سیڑھیاں اتر جانا چاہتی تھی۔

"سنو بیانکا...!" مارٹا نے پکارا تو بیانکا واپس پلٹی تھی۔

"ٹیرس پر آج تمہارا آخری دن تھا... یہ سوچ کر اداس ہو یا کوئی اور وجہ ہے۔"

بیانکا کا دل سوکھے پتے کی طرح کانپا تھا۔ جیسے اس کی کوئی چوری واقعی میں پکڑی جا چکی ہو۔

"کیا کہہ رہی ہو مارٹا؟"

"وہی جو تمہارے چہرے... تمہاری چال سے عیاں ہے۔"

"جاب پر آخری دن ہے... شاید اسی وجہ سے۔"

وہ خود بے یقینی سے بولی تھی۔

"چند دنوں میں تمہاری شادی ہونے والی ہے... شادی کی خوشی بھی کبھی اداسی سے زیادہ ہوتی ہے۔"

بیانکا نے اپنی جھکی پلکیں اٹھا کر مارٹا کو دیکھا تھا۔

"ٹھیک کہتی ہو۔" اور تیزی سے سیڑھیاں اتر کر وہ نیچے آ گئی تھی۔

بڑی دیر تک نظریں دوڑانے کے بعد بھی شہرام اسے وہاں کھڑا نظر نہیں آیا تھا جہاں وہ آ کر کھڑا ہوا تھا۔

"وہ واپس جا چکے ہیں۔"

ویٹر نے اسے کھوجتی نظروں سے ادھر ادھر دیکھتے دیکھ کر کہا تھا۔

"کب...؟"

"چند لمحوں پہلے"

"لیکن وہ چند لمحوں پہلے ہی تو آیا تھا۔"

یہ فقرہ اس نے ویٹر سے زیادہ خود سے کہا تھا۔ پھر وہ تیزی سے داخلی دروازے کی طرف بھاگی تھی۔ لیکن دروازہ پار کرنے سے پہلے ہی اس کی چال سست ہو گئی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ وہ اتنے سے وقت میں کہاں گیا ہو گا لیکن اب وہ اسے ڈھونڈ ڈھونڈ کر اذیت بھی تو دینا نہ چاہتی تھی۔

"کیونکہ بعض اوقات چیزیں کھو دینے کا فن اچھا ہوتا ہے۔" اسے بہت پہلے کی پڑھی ہوئی ایک نظم یاد آئی تھی۔

"جب چیزیں ہماری دسترس میں آتی ہیں اور ہم سے دوبارہ کھو جاتی ہیں تو پھر ہمیں یہ بات مان لینی چاہیے کہ وہ چیزیں ہمارے لیے نہیں ہیں یا ہم ان کے لیے نہیں بنے۔"

اسے ڈیڈ الیاس کی ایک بات یاد آ گئی تھی۔

"تم جیسی لڑکی تم اتنی خود غرض کیسے ہو گئیں؟"

وہ داخلی دروازے سے واپس آ رہی تھی جب مارٹا

نے نیا ٹریک شروع کیا تھا۔ اس ٹریک میں اسے اپنے لیے ایک طنز کا تیر کمان میں اٹکا ہوا نظر آیا تھا۔ چلتے چلتے اس نے دنیا کے ان تمام شاعروں پر لعنت بھیجی تھی جو ایسی بے معنی شاعری کرتے ہیں۔

"اچھی لڑکی تم اتنی خود غرض کیسے ہو گئیں۔"

آواز کانوں کے پردے پھاڑنے لگی تھی۔ وہ ان الفاظ کو سننا نہیں چاہتی تھی پھر بھی ٹریک کی آواز نے ڈریسنگ روم تک اس کا پیچھا کیا تھا۔

☼ ☼ ☼

مصنوعی جھیل کے پیاسی پانی کی لہریں سنہری تھیں۔ شہرام کو اندازہ نہیں تھا کہ سنہری رنگ کبھی اتنا ظالم بھی ہوا ہے۔

Edwan with Bianca

انویٹیشن کارڈ کے باقی مندرج اس سے پڑھے نہیں جاتے تھے۔ وہ ان دو لفظوں کے مہاجال سے باہر ہی نہیں نکل پا رہا تھا۔

بیانکا کی نظریں بظاہر جھکی ہوئی تھیں۔ لیکن وہ ترچھی نظروں سے شہرام کے تاثرات جاننے کی ہی کوشش کر رہی تھی۔

"تم نے ایڈون سے شادی کرنے کا فیصلہ اس لیے کیا ہے تاکہ وہ تمہارا مقدمہ لڑے۔" وہ جو بڑی دیر سے خاموش تھا۔ اب بولنے پر آیا تو بالکل ہی براہ راست ہو گیا۔

"میرے فیصلے میں یہ وجہ سب سے اول تھی۔" بیانکا نے صاف گوئی سے جواب دیا تھا۔

"میرے خیال میں۔۔۔ مجھے لگتا ہے بیانکا کہ یہ مس میچ ہے۔۔۔ عمروں کا فرق اور۔"

"میرے ساتھ جو کچھ ہوا اس سب کا بھی میری عمر کے ساتھ مس میچ ہی تھا۔" بیانکا کے لہجے میں دبا ہوا غم اور غصہ تھا۔

"لیکن۔۔۔ اس طرح۔"

"دنیا ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے شہرام۔۔۔ کیا تم نے یہ ساری باتیں کرنے کے لیے مجھے یہاں بلایا ہے؟"

"نہیں۔۔۔" شہرام اداس ہو گیا تھا۔ "جو بات کرنے کے لیے بلایا تھا وہ تو میں کہہ ہی نہیں پا رہا۔" بیانکا اپنی انگلیوں کے ناخنوں میں کھو گئی تھی۔

"کیا تمہیں دولت عزیز ہے بیانکا؟"

"نہیں۔۔۔ لیکن میں اپنے ڈیڈ کے بنائے اثاثوں کو کسی اور کے پاس نہیں دیکھ سکتی۔۔۔ میں ان تمام لوگوں کو نیست و نابود کر دینا چاہتی ہوں۔" بیانکا جذباتی ہونے لگی تھی۔

"خدا بننے کی کوشش مت کرو بیانکا۔۔۔ یہ اختیار اللہ کے پاس ہے۔۔۔ اس کے پاس ہی رہنے دو۔"

"یہ تم کہہ رہے ہو شہرام!" بیانکا ہنسی تھی۔ شہرام اس کی ہنسی میں چھپے طنز کو جان گیا تھا۔

"ہاں۔۔۔ کیوں کہ بابا نے ٹھیک کہا تھا کہ وقت آنے پر ہم اپنی ایسی سوچوں پر ضرور پچھتاتے ہیں۔"

"ہو سکتا ہے۔۔۔ یہ موقع مجھے اللہ نے ہی دیا ہو شہرام۔"

بیانکا کو اپنی استہزائیہ ہنسی پر ندامت محسوس ہوئی تھی۔

"جب سیرین نے مجھے چھوڑا مجھے لگا کہ میں اب کبھی بھی کسی سے بھی محبت نہیں کر سکوں گا۔ مجھ میں محبت کرنے کی قابلیت 'ہنر سب ختم ہو گیا ہے' لیکن ۔۔۔ لیکن پھر میں تم سے ملا اور میں نے جانا کہ اپنے دل کی لگامیں ہم کبھی بھی اپنے ہاتھوں میں نہیں تھام سکتے۔"

بیانکا نے کچھ نہیں کہا تھا۔ وہ اپنے پیروں کے نیچے خشک تنکوں کو ہاتھوں سے ادھر ادھر کرنے لگی تھی۔ اس حالت میں بیٹھی ہوئی وہ شہرام کو سیرین کی طرح دکھائی دے رہی تھی 'جو ارجیر کی پہاڑی پر کدام کے درخت کے نیچے ایک ٹیلے پر ایسے ہی بیٹھی اپنی بے وفائی کی آدھی ادھوری وجہ بیان کر رہی تھی۔

"ایک بات کہوں بیانکا۔"

"کہو شہرام۔۔۔ کب سے تم ہی تو کہہ رہے ہو اور میں صرف جواب دے رہی ہوں۔"

"تو پھر اس آخری بات کا بھی جواب دے دو۔"

"میں سن رہی ہوں۔"

"مجھے۔۔۔ مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے بیانکا۔"

شہرام نے کہہ دیا جیسے اس نے سیرین سے کہہ دیا تھا کہ اس کے بغیر وہ مر جائے گا' حالانکہ آج کی ہی طرح تب بھی اسے اندازہ تھا کہ سیرین کو اب وہ کبھی نہیں پا سکے گا۔

"اتنی محبت کہ اتنی محبت تو شاید تم۔۔۔ تمہیں خود بھی خود سے نہ ہو گی۔"

"ان باتوں کا اب کیا فائدہ شہرام۔۔۔ پندرہ دنوں کے بعد ویسے بھی میری شادی ہے۔۔۔ اپنی کامیابی کے اتنے قریب پہنچ کر میں واپس نہیں پلٹ سکتی شہرام۔۔۔ تم میرے اچھے دوست ہو۔۔۔ ہمیشہ رہو گے۔۔۔ دوستی میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک فریق یا دونوں محبت میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔۔۔ اور اچھے دوست ایسے مسئلوں کو پڑھے لکھے لوگوں کی طرح بہت خوش اسلوبی سے حل کر لیتے ہیں۔"

"کیا تمہیں مجھ سے محبت نہیں بیانکا؟"

شہرام نے اسے درمیان میں ہی ٹوکا تھا۔ وہ لاحاصل گفتگو کر رہی تھی۔ بیانکا خاموش ہو گئی۔

"میرے مشاہدے کو اتنا بے مول تو نہ کرو۔"

شہرام نے کہا تو بیانکا اپنی جگہ پر سن سی ہو گئی "تو کیا یہ سب جانتا ہے؟" وہ سوچنے لگی۔

"ہے۔۔۔ لیکن ایک دوست کی حیثیت سے۔"

"تم جھوٹ بول رہی ہو۔"

"میرا سچ بولنا بھی اب بے کار ہے۔"

"تمہارے پاس ابھی بھی وقت ہے۔"

"مجھے ہر صورت ان لوگوں سے بدلہ لینا ہے۔۔۔ فی الحال میں اس کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں سوچ سکتی اور نہ ہی سوچنا چاہتی ہوں۔"

وہ سیرین کی طرح باغیانہ انداز سے بولی تھی۔

"کیا تم اپنے بدلے کو اللہ کے حوالے نہیں کر سکتیں۔۔۔ وہ ہر صورت بہتر حالات بنا لیتا ہے۔"

"اور تب تک میں کیسے زندہ رہوں۔۔۔ بولو۔۔۔ مجھے سانس کیسے آئے گا۔"

"اگر تم سب اللہ کے حوالے کر دو گی تو وہ تمہیں صبر دے گا۔"

"تمہارے لیے کتنا آسان ہے شہرام۔۔۔ تم اس فیز سے آگے بڑھ آئے ہو تم کیسے جانو گے' جب میں نے پہلی بار ٹی وی پر احمد کو دیکھا تھا تو میری کیا حالت ہوئی تھی۔۔۔ اگر میں کسی طرح اس کا گلا دبا سکتی تو دنیا کی کوئی طاقت مجھے روک نہیں سکتی تھی۔۔۔ اور کوئی سزا مجھے ڈرا نہیں سکتی تھی۔

تم میری ان فیلنگز کو کیسے جانو گے شہرام جب میں ڈیڈ کے اثاثوں پر کسی اور کو قابض دیکھتی ہوں۔۔۔ ایک ایک چیز ڈیڈ اور مام نے کس قدر لگن اور محنت سے بنائی ہے تم اندازہ بھی نہیں لگا سکتے۔۔۔ اور تم ان ساری باتوں کو کبابوں کے جل جانے سے نسبت دے رہے ہو۔"

بیانکا روانی میں بولتی چلی گئی تھی۔ اس کی آواز قدرے تیز ہو گئی تھی۔ اور آخری بات کہہ چکنے کے بعد اسے گہرا افسوس ہوا تھا۔ شہرام کے چہرے پر تاریک رنگ آکر ٹھہر گئے تھے۔

"میرا یہ مطلب نہیں تھا شہرام۔۔۔ میرا مقصد تمہیں دکھ پہنچانا نہیں تھا میں تمہاری محبت کی دل سے قدر کرتی ہوں۔۔۔ لیکن میرے پاس اس کے علاوہ اور کوئی حل نہیں ہے۔"

شام میں پرندوں کے غول اپنے اپنے بسیروں کی طرف بڑھنے لگے تھے۔ نجانے ان کے پروں کی پھڑپھڑاہٹ کی نوعیت متغیر تھی یا پروازوں میں قریب' مشابہت حد سے بڑھ گئی تھی کہ بدیسی اور دیسی پرندوں میں فرق کرنا ستاروں کی روشنی اور خم کی طرح مشکل ترین ہو گیا۔

اس منظر پر ٹکٹکی باندھے شہرام کی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں۔

"وقت آگیا ہے ہجرت کر کے آئے ہوئے پرندوں کے واپس لوٹ جانے کا۔" اس نے خود سے کہا تھا۔

"ماما جا! آپ کی ساری دعائیں قبول ہو گئی ہیں۔۔۔ آپ کا بیٹا واپس آرہا ہے۔۔۔ اگرچہ جس حالت میں گیا

تھا اس سے بھی بدتر حالت میں۔"

مغرب کے زعم میں ڈوبے دن کے کنارے کی طرف پرواز کرتے پرندوں کو دیکھتے ہوئے شہرام نے کہا تھا۔ یہ پرندے یقیناً" اس کا پیغام اماں زینو تک لے جانے والے تھے۔

☼ ☼ ☼

تاروں سے سجی رات میں Fuchsia کی بیل بھی اپنے چنچل رنگ کھو چکی تھی۔ بیانکا نے کھڑکی کی زیریں سردوں پر اپنے دونوں ہاتھ ٹکائے تھے۔

فانوسی پھول رات کی کرم نوازی کے باعث بند ہوئے پڑے تھے۔ نجانے کس کس پھول میں شہد کی کون کون سی مکھی بند تھی۔ مرنے کے بالکل قریب۔ یا مرچکی۔

"ایسا کیوں ہوتا ہے؟"

قدرت کے نظام میں ان گنت سوالیہ نشان کیوں ہیں۔ قدرت کے نظام میں اتنے ہی جواب کیوں نہیں ہیں۔

"دعا کرو۔ دیر سے ہی سہی ' وہ آج گھر واپس آجائے۔" اسے حیفہ ماما کا رندھا ہوا لہجہ اور بھیگا ہوا چہرہ یاد آیا تھا۔

"خیریت؟۔ اس کے لیے ہی تو دعا کررہی ہوں۔"

"میرے دل کے خوف خدا کرے بس یہ پورے نہ ہوں۔"

"میں اپنی دعاؤں کو اور وقت کو تھوڑی مزید مہلت دینا چاہتی ہوں۔"

"ہم تو بس دعا ہی کرسکتے ہیں۔ تم دونوں جلدی یہاں پہنچو۔"

پھر اس کے تصور میں چچا جلال کی آواز کی بازگشت دور تک پھیلتی چلی گئی تھی۔

"دروازہ کھولیے۔"

"یہ دروازہ اتنے آرام سے نہیں کھلے گا۔"

"اب یہاں بیٹھ کر تسلی سے سوچو کہ تمہیں دستخط کرنے ہیں کہ نہیں۔"

"حرام زادی کرو دستخط۔"

"الیاس کے دائیں طرف حیفہ کی قبر ہے۔"

اس کی خود کی اپنی زندگی میں بھی اس رات کے تاروں کی طرح ان گنت سوال تھے۔ ایسا کیوں ہوا۔ میرے ساتھ ہی کیوں۔ کسی ایک کا بھی جواب نہیں تھا' صرف بے چینی تھی۔ اضطراب تھا۔

"اور تم چاہتے ہو شہرام! کہ میں ان سب کے بدلے میں تم کو فوقیت دوں۔ اپنے دل کی سنوں۔ دماغ کی نہیں۔ میں دل کی سن لوں اگر میری یادداشت کہیں گم ہو جائے۔ میں تمہاری بات مان لوں۔ سب کچھ خدا پر چھوڑ کر صبر کرلوں اگر حالات رفتہ رفتہ میری سماعت مجھ سے نہ چھین رہے ہوں تو؟" کھڑکی بند کرکے وہ واپس پلٹی تھی۔

بیڈ پر مختلف برانڈز کی مہنگی ترین چیزوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ اس نے سیل فون اٹھا کر شہرام کو کال کی تھی۔ حسب معمول اس کا سیل فون آف تھا۔

"ٹھیک ہے شہرام۔ تمہارا ناراض ہونے کا پورا حق بنتا ہے۔ میں دوستی کے ناتے تم سے تمہارا یہ حق نہیں چھینوں گی۔"

سیل فون اس نے واپس بیڈ پر اچھال دیا تھا اور ایڈون کی طرف سے بھیجی جانے والی اشیاء میں سے سفید برائیڈل گاؤن کو اسٹریپس سے پکڑ کر دیکھا تھا ڈریس بلاشک و شبہ بے انتہا خوب صورت تھا۔

کیٹی نے اسے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ جوڈتھ اس کے لیے کس قدر مہنگی مہنگی اور جاذب نظر اشیا اکٹھی کررہا ہے۔

"تم خوش قسمت ہو بیانکا۔" کیٹی نے آخری فقرہ چلاتے ہوئے کہا تھا۔

اور اب وہ بیڈ پر بکھری ہوئی چیزوں کو تاسف سے دیکھ رہی تھی۔

ان میں سے کوئی ایک بھی ایسی نہیں تھی جو اس کو وقتی خوشی ہی دے سکتی۔

☼ ☼ ☼

دو موسموں کے سنگم کا دوغلا ماحول اپنے وسط میں تھا

فریبی موسم کی کرنیں جا بجا پھیلی ہوئی تھیں۔ مایوسی' یاسیت' اداسی اور خودکشی کرلینے والے موسم کی کرنیں۔ فضا میں کف دریا کی آمیزش تھی اور دن کی روشنی میں بے نوری کا ماتم۔

بیانکا نے نظریں اٹھا کر آئینے میں خود کو دیکھا تھا اور خود سے بھی زیادہ کسی تیسری چیز کو۔

برائیڈل گاؤن ہیروں سے دمکتے زیورات اور گہرے سرخ رنگ کی لپ اسٹک۔

"دیکھیے مام ڈیڈ۔ آپ دونوں کی روحوں کو ایصال ثواب پہنچانے کا میں نے پورا پورا انتظام کرلیا ہے۔"

اس کی قدرتی کاجل لگی آنکھیں دکھنے لگی تھیں۔

"اور یہ کیسی شادی ہے کہ جس میں میرا اپنا کوئی بھی نہیں۔ اور خود میں بھی آج اپنی نہیں۔" وہ نڈھال سی ہو کر کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔

"شہرام! صرف ایک تم ہی تو میرے اپنے تھے۔ اور تمہیں بھی آج ہی ناراضی نبھانے کا خیال آیا۔"

اس تباہ کن روپ کے ساتھ وہ افسردہ ہو رہی تھی ماہر بیوٹیشن نے اس کے تراشے ہوئے سراپے کو مزید نکھار دے دیا تھا۔

"بیانکا!" کیٹی دروازے میں کھڑے کھڑے ہی چلائی تھی۔ بیانکا نے پلٹ کر پیچھے دیکھا تھا اس کے تصورات کی دنیا گدلی ہوگئی تھی۔

"لوگ آگئے ہیں۔ تم تیار رہنا۔ جلد ہی تمہیں بھی بلالیا جائے گا۔" کیٹی خوشی سے کہتی ہوئی واپس چلی گئی تھی۔

بیانکا نے اپنے دل کی دھڑکنوں کو ایک دم سے بڑھتا ہوا پایا تھا۔

"مس بیانکا۔ یہ آپ کے لیے آئے ہیں۔"

میڈ نے اسے پھولوں کا ایک گلدستہ پکڑایا تھا۔ بیانکا نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے گلدستہ تھام لیا تھا۔ میڈ نے نوٹ رجسٹر بیانکا کے آگے کیا تھا۔ سینڈر نیم (بھیجنے والے کا نام) شہرام تھا جس کے آگے اس نے "اولڈ فرینڈ" لکھ دیا تھا میڈ رجسٹر لے کر باہر چلی گئی تو وہ تفصیل اور محبت سے گلدستے کو دیکھنے لگی۔

ہری ہری کئی ڈنڈیوں کے اوپر لگے سرخ گلاب اور پیلے لالے کے پھولوں کا گلدستہ۔ جیسے دنیا کے سارے حسین منظروں کی عکاسی کررہا تھا۔

گلاب اور لالہ۔ محبوب اور رقیب۔

نجانے شہرام اس استعارے میں چھپ کر مجھے کیا کہنا چاہتا ہے۔

گلدستے کے اندر ایک خط بھی موجود تھا۔ بیانکا نے خط کو باہر نکال لیا۔ بند کاغذوں میں چھپی تحریریں ویسے بھی بہت خوف زدہ کردیتی تھیں ایک بار پہلے بھی اسی طرح کے بند کاغذ کے کھلنے نے اس کی دنیا ویران کردی تھی۔

"خدا کرے تم خیریت سے ہو شہرام۔"

نجانے کیوں بیانکا کا دل گھبرانے لگا۔ خط چاک کرتے وقت یہ دعا خود بخود ہی اس کے لبوں سے نکلی تھی۔ تب ہی کاغذ کی تحریر کے ساتھ وہ تعویذ بھی برآمد ہوا تھا جسے شہرام ہروقت اپنے گلے میں پہنے رکھتا تھا اور جس نے بیانکا کو پہلی ہی بار میں بڑی بھیانک پریشانی سے دوچار کردیا تھا۔

"بیانکا۔! تم سے محبت کرنے کے بعد خود سے محبت کرنے کے قابل بھی نہیں رہا۔ اپنے ساتھ کیا ہوا عہد توڑ دیا ہے تو میں خود بھی ٹوٹ گیا ہوں اور تم تو جانتی ہو کہ جب جب وعدے یا عہد ٹوٹتے ہیں تو کسی ایک فریق کا دہرا نقصان ہوتا ہے۔ میں یہ نقصان برداشت کررہا ہوں۔ میں واپس جارہا ہوں۔ البانیہ۔

ہوسکے تو میرے تعویذ کو میری نشانی سمجھ کر پہن لینا ورنہ دل نہ مانے تو پھینک دینا۔ میرے لیے یہ احساس ہی کافی ہے کہ اب یہ میری محبت کے پاس ہے۔

شہرام"

"بیانکا! جلدی آؤ۔ اب صرف تمہارا ہی انتظار کیا جارہا ہے۔" یہ کیٹی کی آواز تھی۔

"تو میرا خوف سچ نکلا۔ بند کاغذوں کی تحریریں واقعی میری دنیا ویران کردیتی ہیں۔"

"آئیے مس بیانکا۔ مجھے آپ کا لباس درست کرنا ہے۔" بیوٹیشن نے اسے بلایا تو اس نے اپنا چہرہ لوپر

اٹھایا تھا۔

"مس بیانکا آپ رو رہی ہیں۔"

"اوہ گاڈ بیانکا۔ خدا کے لیے اتنے پیارے میک اپ کا ایسا حشر تو نہ کرو یار۔ یہ ماتم کسی اور وقت کے لیے اٹھا رکھو۔ باہر ایک عالم تمہارا منتظر ہے۔ میڈیا والے بھی آچکے ہیں۔"

"میں آپ کے لیے پانی لاتی ہوں۔"

"بس جلدی آجاؤ اب تم بیانکا۔"

کیٹی بھی باہر نکل گئی تو وہ دوبارہ اپنی سیٹ پر بیٹھ گئی تھی۔

"میرے لیے یہ احساس ہی کافی ہے کہ یہ میری محبت کے پاس ہے۔"

"تم سے محبت کرنے کے بعد میں خود سے محبت کرنے کے قابل بھی نہیں رہا۔"

"میں واپس جارہا ہوں۔ البانیہ۔"

بیانکا نے آنکھوں میں آئے آنسو صاف کیے تھے اور اپنی آواز کو کہیں روپوش کرلینا چاہا تھا۔

"شہرام! تمہیں اتنا بڑا فیصلہ کرنے کے لیے آج کا دن ہی ملا تھا۔ کیا اب تم مجھے کبھی نہ مل پاؤ گے۔"

پہلے وہ یہ سوچ رہی تھی کہ شہرام اس سے ناراض ہے۔ لیکن اب اس پر یہ احساس بری طرح غالب آگیا کہ وہ اسے کھو رہی ہے۔

اس نے آئینے میں خود کو دیکھا تھا اور اسے اندازہ ہوا تھا کہ وہ ایڈون کو کچھ زیادہ ہی فیس ادا کرنے جارہی ہے۔

"یہ لیں مس بیانکا!" میڈ نے اس کی طرف پانی کا گلاس بڑھایا تھا اس نے گلاس نہیں پکڑا تھا۔ وہ ایک دم سے اٹھی تھی اور باہر کی طرف چلنے لگی تھی ہر بات سے قطع نظر کہ وہ کیا کر رہی ہے۔ اس وقت اس کے ذہن میں شہرام سے ملنے کی سوچ کے علاوہ اور کوئی سوچ نہیں تھی۔

"مس بیانکا کہاں جارہی ہیں آپ۔ آپ نے ایسے نہیں جانا۔ یہ پھول۔ یہ پھول پکڑ کر جانا ہوگا آپ کو۔"

اس نے اپنے پیچھے یو نیشن کو چلاتے ہوئے سنا تھا۔

وہ ہال کی طرف نہیں جارہی تھی۔ بلکہ عقبی دروازے سے باہر کی طرف نکل رہی تھی۔

"مس بیانکا!" ایک بار پھر چلا کر اسے پکارا گیا تھا۔ اس کے قدم مزید تیز ہوگئے تھے۔

☼ ☼ ☼

السائی ہوئی دھوپ میں خوابیدہ انگڑائی کا خمار تھا۔ تاجدار سورج اپنی تمام تر تابانی سمیت "حب" کے سارے عکس نگلے نصف النہار کے زاویے سے آگے کی اور سرک چکا تھا جب وہ ہال سے باہر نکلی۔

"مس بیانکا!" جوڈتھ نے حیرت سے بیانکا کو دیکھا تھا وہ مزید آنے والے مہمانوں کو ریسیو کر رہا تھا اور اب خود بھی ہال کے اندر ہی جارہا تھا۔

"مجھے کہیں جانا ہے جوڈتھ۔ بہت ضروری۔ ابھی اسی وقت۔"

"لیکن مس بیانکا۔"

"لیکن نہیں جوڈتھ۔ میرے پاس وضاحت دینے کا وقت نہیں ہے۔ پلیز تم جلدی کرو۔"

"ٹھیک ہے۔ آپ ٹھہریئے میں گاڑی لے کر آتا ہوں۔"

جوڈتھ کہہ کر گیا تھا اور پھر چند لمحوں بعد ہی واپس آگیا تھا۔ بیانکا وائٹ لیموزین میں اپنے برائیڈل گاؤن کے ساتھ اندر بیٹھ گئی تھی۔ جہاں ہر سو ایڈون کی خوشبو چھائی ہوئی تھی۔

اندر بیٹھتے ساتھ ہی اس نے جوڈتھ کو اوک بلڈنگ کا پتا سمجھایا تھا۔ لیکن ابھی گاڑی نے اسپیڈ ہی پکڑی تھی کہ وہ جیسے چونکی۔

"نہیں۔ پہلے سنٹرل پارک چلو۔ وہ وہاں نہ ہو۔"

جوڈتھ نے بیک ویو مرر سے بیانکا کو عجیب سی نظروں سے دیکھا تھا۔ بیانکا نے جوڈتھ کے اس طرح دیکھنے کو بڑی خود غرضی سے نظر انداز کردیا تھا۔

گاڑی سنٹرل پارک کے مین گیٹ پر رکی تو وہ جوڈتھ کے کچھ کہنے سے پہلے خود ہی باہر نکلی تھی اور پارک کے ان گوشوں میں گئی تھی۔ جہاں وہ اور شہرام اکثر و بیشتر بیٹھا کرتے تھے۔ جہاں ان کی پہلی ملاقات ہوئی تھی اور جہاں آخری بھی۔ وہ یہاں نہیں تھا۔

وہ اس چیز کو بھی خاطر میں نہ لائی کہ لوگ اس کو اس سراپے میں ادھر سے ادھر بھاگتے ہوئے کیسی نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔

"فالی ریسٹورنٹ چلو۔ وال اسٹریٹ۔ اینتھر یارڈ۔"

گاڑی میں دوبارہ بیٹھ کر اس نے کہا تھا۔ جوڈتھ نے گاڑی اسٹارٹ نہیں کی تھی بلکہ وہ اسے عجیب سی نظروں سے دیکھتا رہا تھا۔

"ہمیں دیر ہو رہی ہے مس بیانکا۔" اس نے دھیمے لہجے میں کہا۔

"میں نے کہا۔ فالی ریسٹورنٹ چلو۔ تم میرے ساتھ زبردستی نہیں کرسکتے' ورنہ میں ابھی گاڑی سے نیچے اتر جاؤں گی۔"

اس نے دھمکی دی تھی۔ جو کام کر گئی تھی۔ جوڈتھ نے گاڑی اسٹارٹ کرکے موڑی تھی۔ ریسٹورنٹ بند تھا۔ یہ دن کا وقت تھا اور باربی کیو آئٹم رات کے لیے مختص تھے۔ بیانکا مایوس ہوگئی تھی۔

"اوکس بلڈنگ۔"

اس نے پھر تیزی سے کہا جوڈتھ نے سر جھٹک کر حکم پر عمل درآمد کیا تھا۔

اوک بلڈنگ کے آگے کی سڑک پگھلی ہوئی برف کی نمی کے باعث کچھ مزید کالی دکھتی تھی' درمیانی ہیل والے اس کے سنگ جراحت کے سے سفید جوتوں جن میں نقرئی پن کی جھلک تھی نے سڑک سے برف اور برف سے Oak بلڈنگ کے دروازے تک کی سیڑھیوں کا فاصلہ بڑی عجلت میں طے کیا تھا۔ اس کے سفید برائیڈل گاؤن کے دامن سے نمی اور میلا پن جھلکنے لگا تھا۔ اس کی لاپروائی خود غرضانہ ہو رہی تھی۔

یہ تیسری جگہ تھی۔ ایک طرح سے آخری بھی۔

وہ جانتی تھی کہ پھر اس کے بعد کیا تھا۔ صرف در بدر کی خاک اور لامتناہی تنہائی۔

شہرام کے کمرے کا دروازہ بند تھا اور اس بات کی اسے ہرگز توقع نہیں تھی۔ اگرچہ اس کا دل پہلے ہی اس کی گواہی دے چکا تھا۔

لینڈ لیڈی کے دروازے تک پہنچ کر اس نے اطلاعی گھنٹی کو دبایا نہیں تھا بلکہ دبائے ہی رکھا تھا۔

وہ اتنی بے چینی اور بے قراری کی حالت میں تھی کہ اسے یقین تھا کہ اگر اب۔ ہاں اب اگر وہ کہیں بھی کسی غلطی یا کوتاہی کی مرتکب ہوئی تو وہ شہرام کو دوبارہ اپنی پوری زندگی میں نہ دیکھ سکے گی۔

وہ ٹھیک سوچ رہی تھی۔

لیکن غلطی کرنے کا وقت آنے والا نہیں تھا۔ بلکہ وہ وقت آکر جا چکا تھا۔ اور وہ شہرام سمیت بہت کچھ کھو دینے والی تھی۔

دروازہ کھلا اور لینڈ لیڈی ایمنڈا گھنٹی کے اس غیر مہذبانہ استعمال پر اپنی ناگواری چھپا نہ سکیں۔

"فرمایئے۔" بیانکا کو پہچاننے میں انہیں چند ہی لمحے لگے تھے۔ یہ چہرہ ان کے لیے اجنبی نہیں تھا۔ یہ چند لمحے بھی صرف اس وجہ سے لگے کہ وہ آج حد سے زیادہ پیاری لگ رہی تھی۔

بیانکا کو دیکھ کر۔ اور اس حالت میں دیکھ کر ان کی ناگواری نے حیرت کی صورت اختیار کرلی تھی۔

"شہرام۔ شہرام کہاں ہے۔"

وہ تین منزلوں کی سیڑھیاں چڑھ کر اوپر گئی تھی اور مایوس واپس آئی تھی۔ اس کے باعث اس کا سانس پھولا ہوا تھا۔ سوال اس نے بمشکل مکمل کیا۔

لیڈی ایمنڈا کا منہ اتر گیا اس سوال کا جواب یقیناً بیانکا کو مزید پریشان کردینے والا تھا' وہ ایک ٹک اس کا سراپا دیکھے گئیں۔

وہ وائٹ برائیڈل گاؤن میں ملبوس۔ تازہ کھلے زخم کی مانند گہرے سرخ رنگ کی لپ اسٹک اور مہنگے ہیروں سے دمکتے زیورات پہنے ہوئے تھی۔ وہ کہاں سے آرہی تھی۔ کیا چھوڑ کر آرہی تھی۔ ان سارے

سوالوں کے جواب اس کے تن سے لپٹی ایک ایک چیز دے رہی تھی۔ برعکس ہریات کے اس روپ میں وہ اتنی دلکش اور اتنی حسین لگ رہی تھی کہ اگر اس کے چہرے پر ہوائیاں نہ اُڑ رہی ہوتیں تو لیڈی اھمنڈا اسے گلے سے لگا کر بے تحاشہ چوم ڈالتیں۔

"وہ چلا گیا ہے۔" انہوں نے سچ بتا دیا اس کے علاوہ ان کے پاس اور کوئی راستہ نہیں تھا۔

"کہاں...؟" زمین اس کے پیروں کے نیچے اس کی آنکھوں کی پتلیوں کی طرح کانپنے لگی۔

"واپس اپنے ملک... البانیہ" اھمنڈا نے اداسی سے کہا۔

"کب؟"

"کل صبح... اس نے سارا حساب کتاب چکتا کر دیا تھا اور وہ اپنا سارا سامان لے گیا ہے۔ میں نے خود اس کا ایئر ٹکٹ دیکھا تھا۔"

آخری بات کا افسانہ انہوں نے لیول کیا تھا کہ بیانکا یقین کرلے کہ وہ کل صبح چلا گیا ہے۔

وہ جھوٹ نہیں بول رہی تھیں۔ وہ واقعی چلا گیا تھا۔

گرنے سے بچنے کے لیے بیانکا نے سیڑھیوں کی ریلنگ کو تھاما تو اھمنڈا کو پتا چل گیا کہ اس کی بات کو سچ مانا گیا ہے۔

دہلیز اور سڑک کے درمیان کی ساکت سیڑھیوں کو اس نے پشت کی طرف سے طے کیا تھا جیسے واپسی کے سفر میں بھی آگے ہی جانے کی خواہش مند ہو اور چکنی سیڑھیوں سے پھسلتے خود کو سنبھالنے کا اس نے تردد ہی نہیں کیا تھا اب اس سے زیادہ وہ اور کہاں گرے گی۔ کھائی میں گرنے والے کے پاس ایک اطمینان تو ہوتا ہے اگرچہ لمحے بھر کے لیے ہی سہی کہ اب وہ اس کے بعد مزید نیچے کہاں جائے گا۔

شاید وہ اس بھاگ دوڑ سے تھک چکی تھی یا خود کو سنبھالتے سنبھالتے ہار گئی تھی۔ یا شاید زمین کی کشش اس قدر بڑھ گئی تھی جو اس کے پورے وجود کو آ لگی کہ وہ برف کی پتلی تہہ چڑھے آخری زینے پر ڈھتی ہی چلی گئی۔ سارے مشکل امتحانوں کے بعد یہ آسان امتحان اس کی زندگی میں ابھی باقی تھا۔ جس میں وہ پہلے سے ہی فیل ہو چکی تھی۔

اس کا نم گاؤن مزید گیلا ہونے لگا اور ٹھنڈے ماربل نے برف کی یخ بستگی کو اس کے پورے وجود میں منتقل کرنا شروع کر دیا۔ اس کی آنکھوں میں اتنا اندھیرا بھر گیا تھا۔ جیسے مدتوں ان آنکھوں نے سورج نہ دیکھا ہو۔

"شہرام!" اور یہ لفظ اس کے لبوں سے یوں ادا ہوا جیسے وہ سالوں سے ظلم کا شکار ہی چلی آ رہی ہو۔

گھٹنوں میں منہ دے کر اس نے وہ آسن جما لیا جو کسی کو ابدی طور پر پالینے کے لیے رواں رکھا جاتا ہے۔

"شہرام... اب تم مجھے کیسے ملو گے شہرام؟"

"اب میں تمہیں کہاں کہاں ڈھونڈوں شہرام۔"

خلاؤں میں دیکھتے ہوئے اس نے زوال آلود سورج سے کہا۔ اور فریبی موسم نے نہ بدلنے کی جیسے بے شمار قسمیں اٹھالیں۔

"مس بیانکا اب چلیے۔" جوڈتھ نے قریب آ کر بنا کسی تاثر کے عاری لہجے میں پوچھا تھا۔

بیانکا نے سر اٹھا کر جوڈتھ کو دیکھا اور اس کھوکھلے لہجے میں بھی اس نے اپنے لیے چھپے ہوئے طنز کو پالیا تھا۔

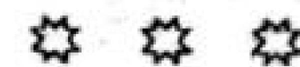
"ہمیں دیر ہو رہی ہے... میں کسی سے کچھ نہیں کہوں گا۔"

خاموشی کے طویل لمحوں میں بیانکا جوڈتھ کے پیچھے کے دھاری دار آسمان کو دیکھنے لگی تھی۔

"ہاں چلو!" وہ جیسے کوئی فیصلہ کرتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

ڈریس تبدیل کرنے کے بعد اس نے اپنی شادی میں شرکت کی تھی۔

پھر تقریب کے بعد دیر تک چلنے والی پارٹی نے اسے تھکا دیا تھا۔



رات میں وہ ڈینیم بلاک میں واقع ایڈون کے گھر آئی تھی۔ اپنے نئے گھر ایک سال بعد... چار رتوں کے آنے اور جانے کے بعد۔

نیچے ڈانس فلور پر سارے لڑکے لڑکیاں اس کی آمد کے بعد شور مچاتے چلے گئے تھے۔

بیانکا نے ہیڈ فون کانوں سے لگایا تھا اور اس کے بعد وہ مزید گانوں کو پلے کیا تھا۔

جب میں خود کو آئینے میں دیکھتی ہوں۔
محسوس کرتی ہوں ایک خوشبو۔
جس میں تمہاری راحت پنہاں ہے
یہ مجھ پر کبھی خواب کی طرح وارد ہوتی ہے۔

بیانکا نے اپنے گلے میں پڑے تعویذ کو ہاتھ لگا کر چھوا تھا اور محسوس کیا تھا۔

"تمہاری محبت نے چیڑ جیسے مضبوط درخت کو بھی مات دے دی ہے شہرام! دیکھو اب اس میں سے چیڑ کی جڑ کی خوشبو نہیں آتی... بلکہ تمہارے وجود کی باس اٹھتی ہے۔"

ایک آنسو اس کی آنکھ میں آیا تھا اور پھر بہتا چلا گیا تھا۔

میں نہیں جانتی تھی کہ محبت کیا ہے۔
لیکن اب میرا دل محبت سے بھر گیا ہے۔
صرف تمہاری محبت سے

تو کیا شاعر بھی اس کے دل کا حال جانتا تھا۔

وہ دونوں ہاتھوں سے ہٹ میکنگ کرنے لگی

"کیا تمہیں دولت عزیز ہے بیانکا۔"

"میں ان لوگوں کو نیست و نابود کر دینا چاہتی ہوں۔"

"خدا بننے کی کوشش مت کرو بیانکا... یہ اختیار اللہ کے پاس ہے... اس کے پاس رہنے دو۔" وہ اس کے بٹن کو اوپر کرتی چلی گئی تھی۔

"خدا بننے کی کوشش مت کرو... مت کرو... مت کرو۔" Scratching تیز سے تیز تر ہونے لگی تھی۔

بارش نہیں برسے گی... نہیں برسے گی... نہیں برسے گی، بے تحاشا آنسو بیانکا کی آنکھوں میں آ گئے تھے۔

"کیا تمہیں مجھ سے محبت نہیں ہے۔ میرے مشاہدے کو اتنا بے مول تو نہ کرو۔" نیچے ڈانس فلور پر لڑکے لڑکیاں پاگل ہو گئے تھے۔

"کیا تمہیں مجھ سے محبت نہیں ہے۔"

ہماری غلطیاں ہمیں لے ڈوبتی ہیں
یہ ڈوبتا بہتا پانی کے ڈوبنے جیسا ہے

"بولو بیانکا۔"

اور آنسوؤں نے اس کی دونوں آنکھوں سے بہنا شروع کر دیا۔ ہونٹ بھینچ کر وہ بڑے ضبط سے اپنا غم پیتی رہی۔

"تم سے محبت کرنے کے بعد میں خود سے محبت کرنے کے قابل بھی نہیں رہا۔"

"میں واپس جا رہا ہوں۔"

Delay (ایفیکٹ) نے آواز کو افریقہ کے بڑی آنکھوں والے جادوگروں کی آوازوں کی طرح پراسرار کر دیا تھا۔

میں جا رہا ہوں... جا رہا ہوں... جا رہا ہوں۔

اور وہ چلا گیا۔

بے وفائی کے بعد یادوں کو
آگ لگانا بھی مشکل ہوتا ہے

"میرے لیے یہ احساس ہی کافی ہے کہ یہ میری محبت کے پاس ہے۔"

گلے پر ہاتھ پھیر کر اس نے دوبارہ تعویذ کو چھوا تھا۔

D' B اور A کے بٹن انتہا تک پہنچ گئے تھے۔ ساؤنڈ سے نکلتی تیز آواز کانوں کے پردے پھاڑنے لگی تھی۔ لوگ etc کے نشے میں نیم پاگل ہو گئے تھے۔ جیسے بہت سارے بندر چھوٹی سی جگہ پر ناچ رہے ہوں۔ یہ تیز آوازیں اس کے لیے کارآمد تھیں۔ کوئی اس کے رونے کی آواز کو نہیں سن سکتا تھا۔

"بیانکا میری جان۔"

مارٹا نے چلاتے ہوئے اسے پکارا تھا اور اپنے دونوں ہاتھوں سے اس کے دونوں ہاتھ تھام لیے تھے۔

بیانکا پچھلے دو منٹ سے مسلسل جنونی انداز سے

Scratching کر رہی تھی۔ مارٹا نے اس کے دونوں ہاتھوں کو تھاما تو وہ چونک گئی۔

"میری جان بس کرو۔"

مارٹا اس کا آنسوؤں سے لبریز چہرہ دیکھ کر ٹھٹکی تھی۔

"خود پر اتنا ظلم مت کرو ڈیئر!" اس نے اسے دونوں کندھوں سے تھاما تھا۔ ایک سال ہو گیا تمہارا غم کم کیوں نہیں ہوتا۔۔۔ تم نے اسے خود کھویا ہے وہ تو تمہارا ہی تھا۔ پر اپنی غلطی کی خود کو اتنی بڑی سزا تو مت دو جان۔۔۔ ہائے اللہ۔۔۔ یہ خوب صورت چہرہ جب آنسوؤں سے تر ہوتا ہے تو۔۔۔ تو یقین جانو میرا دل خود کشی کر لینے کو چاہتا ہے۔۔۔ لگتا ہے دنیا جیسے ختم ہو گئی۔"

اسے گلے سے لگائے اور دلاسا دیتے دیتے مارٹا خود بھی افسردہ ہو گئی تھی۔

☼ ☼ ☼

"بیانکا!"

وہ دھوپ سے دھلا ایک اجلا دن تھا جب کسی نے اسے پکارا تھا۔

وہ دونوں ہاتھوں میں کچھ سبزیاں پھل اور گھر کی دوسری اشیاء لیے چلی آ رہی تھی جب اس پکار پر اس نے دائیں طرف مڑ کر دیکھا تھا اور دونوں ہاتھوں میں موجود شاپر اس کے ہاتھوں کی گرفت سے نکل کر نیچے زمین پر گر گئے تھے۔ سڑک پر پھل، سبزیاں اور مختلف کین بکھر کر لڑھکنے لگے تھے۔

"کیسی ہو بیانکا؟" نرم آواز سے مسٹر ایڈون نے پوچھا تھا۔

بیانکا پورے چار ماہ بعد ایڈون سے مل رہی تھی۔

بیانکا کی موجودہ زندگی کی کتاب میں سے اگر کلب کی ہنگامہ خیز جاب کے صفحہ کو پھاڑ کر پھینک دیا جاتا تو یہ زندگی ایک بوڑھی کشور بیوہ کی سی زندگی تھی۔ ایسی بوڑھی بیوہ جس کے پانچ جوان بیٹے پانچ مختلف براعظموں میں رہائش پذیر ہوں اور وہ روز بلاناغہ گھر سجا کر ان کی آمد کا انتظار کرتی ہو۔

بد قسمتی سے ایک دن ان پانچوں کے انتقال کی خبر آجائے۔

چار ماہ پہلے وہ اپنا مقدمہ جیت چکی تھی۔ اسے اس کے اثاثے واپس مل گئے تھے۔ اگرچہ وہ اس پراپرٹی کا قبضہ حاصل نہ کر سکی تھی جو ڈیڈ الیاس نے خود اپنے ہاتھوں سے بنائی تھی لیکن اس کی خوشی کے لیے یہ بات ہی کافی تھی کہ وہ ان لوگوں کو ان کے انجام تک پہنچا چکی ہے۔

یہ کام اتنا آسان نہیں تھا اور بہت زیادہ مشکل بھی نہیں۔

کیتھی نے ٹھیک کہا تھا کہ چور اور قاتل اپنا سراغ کہیں نہ کہیں ضرور چھوڑ جاتے ہیں اور مسٹر ایڈون کی بات بھی درست ثابت ہوئی تھی کہ دولت اپنی طاقت دکھا کر رہتی ہے اس طرح کے اچھے لوگ بھی بُرے بننے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔

اس کے مقدمے میں تین چار چیزیں فائدے مند ثابت ہوئی تھیں۔

غفار جلال کی محکمہ زراعت سے غلط بیانی پھر اس طرح پر اسرار طریقے سے روپوش ہو جانا۔۔۔ اور مائیکل کی بیوہ۔۔۔ جو اس سارے معاملے میں ان ڈائریکٹ ملوث رہی تھی۔۔۔ اگرچہ وہ کچھ بھی نہیں جانتی تھی کہ غفار جلال اس کے شوہر کے نام سے کیا کیا کر رہے ہیں تاہم ایک بڑی رقم کے عوض اس نے وہ کیا تھا جو ان دونوں نے اسے کہا تھا۔

مائیکل کی بیوہ کے سامنے آنے کے بعد کیس الجھتا ہی چلا گیا تھا۔

کچھ اس مسئلے پر مسٹر ایڈون کے نام کی دہشت تھی دوسرا یہ مقدمہ ایڈون کی نئی نویلی جواں سال بیوی کا تھا۔ ان دو باتوں نے مخالف سمت سے کیس اور موقف دونوں کو بہت کمزور کر دیا تھا۔

عدالت کی ہر کارروائی کے بعد وہ مام ڈیڈ کی قبروں پر جاتی تھی انہیں ساری تفصیل سے آگاہ کرتی تھی۔ وہ بڑی دیر تک وہاں بیٹھی رہتی تھی۔ اتنی تبدیلی ضرور آئی تھی کہ اب۔۔۔ وہ روتی نہیں تھی۔۔۔ بلکہ مسکرا مسکرا کر انہیں ساری باتیں سناتی تھی۔

اسے اپنے جیت جانے کا کامل یقین تھا۔

وہ پچھلے ایک سال سے دعائیں کر رہی تھی اسے زندگی کے اندھیروں کا روشنی میں بدل جانے کا انتظار تھا۔ حیفہ مام کی نصیحت غلط نہیں ہو سکتی تھی۔

آٹھ ماہ بعد انتظار سے پتھرائی اس کی آنکھوں کو قرار آیا تھا۔ وہ مقدمہ جیت گئی تھی اخبارات اور میگزین نے اسے۔۔۔ Tishri Ioud کی مالک ڈی جے بیانکا کو اس کی جیت کی مبارک باد دی تھی۔ اور اس دوران میں ان کو اس مشہور ڈی جے کی ذات کے تاریک پہلوؤں کا اندازہ ہوا تھا۔

الیاس احمد کے قتل کا الزام ثابت نہیں ہو سکا تھا لیکن حیفہ مام کا قتل ثابت ہو گیا تھا۔ ان سب کو عمر قید کی سزا سنائی گئی تھی۔ تایا غفار، چچا جلال، تائی شہناز اور چاچی فیروزہ اور احمد جس کا کیریئر شروع ہونے سے پہلے ہی ختم ہو گیا تھا۔ ان کے پاس جو کچھ تھا، وہ بھی کھو بیٹھے تھے۔

وہ یہ بات بہت اچھی طرح جانتی تھی کہ نہ تو وہ مسٹر ایڈون کی وجہ سے یہ مقدمہ جیت سکی ہے۔ اور نہ ہی غفار جلال کی غلطیوں کی وجہ سے۔۔۔ وہ خود سمجھتی تھی کہ کیس اس کی طرف سے اس قدر جھول دار تھا کہ اللہ کی رضا اور مدد کے بغیر وہ کبھی بھی فاتح نہیں ہو سکتی تھی۔

جس دن وہ یہ مقدمہ جیتی تھی اسی دن اس کی ایڈون سے آخری بار بات چیت ہوئی تھی اگرچہ یہ تعلق بہت پہلے کا ہی ٹوٹ چکا تھا۔ شادی کی پہلی رات سے ہی۔

شہرام کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے جب وہ مایوس ہو کر جوڈتھ کے ساتھ واپس گاڑی میں بیٹھی تھی تو اس نے اسی وقت ہی فیصلہ کر لیا تھا کہ اسے اب آگے اپنی زندگی میں کیا کرنا ہے۔

ڈینم بلاک مسٹر ایڈون کے گھر آ کر اس نے اپنی گھبراہٹ پر کسی حد تک قابو پا لیا تھا۔

"مجھے تم سے ڈائیورس (طلاق) چاہیے ایڈون۔۔۔ ابھی۔۔۔ وضاحت نہیں دوں گی کہ میرے پاس وضاحت دینے کے لیے الفاظ نہیں ہیں۔۔۔ اور میری خطا اس قدر بڑی ہے کہ ساری رات بھی معافی مانگتی رہوں تو تسلی نہ ہوگی۔"

"بیانکا یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔"

"وہی جو تم سن رہے ہو ایڈون۔ مجھے تم سے محبت نہیں تھی۔ اس بات کا اندازہ تو تمہیں بھی ہوگا۔ پر مجھے تم سے نفرت بھی نہیں تھی۔ مجھے لگا تھا تمہارے ساتھ زندگی بہتر گزر جائے گی۔ لیکن افسوس میرے پاس اب تمہیں دینے کے لیے کچھ بھی نہیں بچا۔ نہ محبت۔۔۔ نہ خلوص۔۔۔ نہ وفاداری۔"

"بیانکا۔ تم؟" ایڈون نے حیرت اور منت سے پکارا تھا۔

"نہیں ایڈون! تمہارا کوئی بھی لفظ مجھے جانے سے نہیں روک سکتا۔ اور میں یہاں نہیں رہ سکتی۔ تم اتنے اچھے ہو کہ تمہارے آگے میں خود کو ہمیشہ داغ دار سمجھتی رہوں گی۔"

"تمہیں وہاں ہی انکار کر دینا چاہیے تھا بیانکا۔"

ایڈون تاسف سے بولا تھا۔

"وہاں انکار اس لیے نہیں کیا کہ میں میڈیا والوں کے سامنے تمہارا تماشا نہ لگوانا چاہتی تھی۔ اب بھی ایسا نہیں چاہتی۔ تم جب تک چاہو اس طلاق کو راز میں رکھ سکتے ہو۔ چاہو تو ساری زندگی۔ میرا نہیں خیال کہ تمام عمر اب میری زندگی میں کوئی آنے والا ہے۔ ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا۔"

یہ آخری الفاظ تھے جو اس نے اس رات ایڈون سے کہے تھے۔ پھر وہ جوڈتھ کے ساتھ اپنے اپارٹمنٹ آگئی تھی۔

"دلوں کے ملا دینے کا وصف اللہ کے پاس ہے۔ وہ یہ کام وقت آنے پر بخوبی کرے گا۔" اسے اللہ پر یقین تھا۔

ایک ہفتے بعد ایڈون اس کے اپارٹمنٹ آیا تھا۔

"میں تمہارا مقدمہ ضرور لڑوں گا بیانکا۔ بنا کسی فیس اور جذبات کی بھیک کے۔" بیانکا چند لمحے خاموشی

سے لیڈون کو دیکھتی رہی تھی۔

"مگر اچھائی کوئی روپ لے لے تو وہ روپ یقیناً" تمہارا ہو گا لیڈون" بیانکا نے اپنے دل میں سوچا تھا۔

زندگی کی ساری آسائشیں اسے واپس مل گئی تھیں۔ لیکن دل کی تسلی نہیں ہوئی تھی۔ وہ کسی غار کی طرح تاریک اور خالی تھی۔ ایسا غار جہاں برسوں سے کسی ذی روح نے سانس تک نہ لیا ہو۔

☼ ☼ ☼

"ایک سال ہو گیا بیانکا۔ تمہارا کوئی میش اپ نہیں آیا۔ میرا نہیں خیال کہ اب دولت کی کمی اس چیز کے آڑے ہو گی۔" ڈرائنگ روم میں بیٹھتے ہوئے لیڈون نے ہنس کر کہا تھا۔

"آپ کافی لیں گے یا کچھ اور؟" وہ تھیلیوں میں سے مختلف چیزیں نکال کر کچن کاؤنٹر پر رکھ رہی تھی۔ درحقیقت وہ لیڈون کے سامنے بیٹھنے سے گریزاں تھی۔

"یہاں بیٹھو۔ بیانکا۔ میرے ساتھ۔" لیڈون کے لہجے میں کچھ تھا۔ وہ نا کچھ بولے اس کے پاس بیٹھ گئی۔

"بہت عرصہ میں یہ ہی سمجھتا رہا کہ تمہاری نیت مجھے دھوکا دینے کی ہی تھی۔ یہ شادی ہو بھی جاتی تو تم نے مقدمہ جیت لینے کے بعد مجھ سے طلاق لے لینی تھی۔ مگر میں غلط ثابت ہوا۔ تمہیں سمجھ نہیں سکا۔ تم کسی اور کو چاہتی ہو' یہ بات میں کیوں نہ جان سکا۔" لیڈون نے پوچھا تھا۔

"مجھے خود اس بات کا اندازہ بہت بعد میں ہوا کہ میں اسے چاہتی ہوں۔ اور اس کے بغیر نہیں رہ سکتی۔"

"پھر اب تم اکیلی کیوں ہو بیانکا۔ اس کے ساتھ کیوں نہیں ہو۔ کیا وہ تم سے ناراض ہے۔ خفا ہو گیا ہے۔ مان نہیں رہا ہے۔"

"وہ مجھ سے کھو گیا ہے۔" پلکیں جھکا کر آنسوؤں کو ضبط کرتے ہوئے اس نے افسردگی سے کہا تھا۔

"غلطی میری بھی ہے۔ مجھے اب تک طلاق کا اعلان کر دینا چاہیے تھا۔ شاید وہ ابھی تک یہ ہی سمجھ رہا ہو کہ تم میرے ساتھ ہو۔"

لیڈون نے کہا تو بیانکا چونکی تھی۔ ہاں۔ ایسا ہی ہو سکتا تھا۔ اس نے آج تک اس رخ سے کیوں نہ سوچا۔

"حیران مت ہو بیانکا۔ بلکہ خوش ہو جاؤ۔ وہ مل گیا ہے۔ یہ دیکھو۔" لیڈون نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے بیگ میں سے ایک پارسل نکالا تھا۔

"یہ اس نے تمہیں تمہارے مقدمے کی جیت اور ہماری شادی کی پہلی سالگرہ کے گفٹ کے طور پر بھیجا ہے۔ وہ شادی جو۔ خیر چھوڑو۔ اب آکر مجھے اندازہ ہوا کہ۔"

"کیا۔" بیانکا چلائی تھی۔

"کیا واقعی۔؟"

اسے یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ لیڈون اپنی روانی میں کیا بولتا جا رہا ہے۔ اور جب اسے یقین آیا تو اس نے چیختے ہوئے پیکٹ کو تقریباً" چھینا تھا۔

ایک شفاف کرسٹل گلوب۔ بٹن دبانے سے جس کے اندر برف باری ہوتی ہے اور میوزک چلتا ہے۔ بیانکا کو نجانے کیوں یہ میوزک دنیا کا سب سے خوب صورت ترین میوزک لگا۔

اس نے جلدی جلدی سے خط کو پڑھا تھا۔ مقدمے کی جیت پر شہرام نے اسے مبارک باد دی تھی۔

"اور شادی کی پہلی سالگرہ بھی مبارک ہو بیانکا۔ تنہائی میں جینے والے تمہاری دعاؤں کے منتظر ہیں۔

شہرام"

آخری لائن پڑھ کر بیانکا ہنسی تھی۔ اور ہنستی ہی چلی گئی تھی۔

"یہ لائن تم نے نہیں لکھی شہرام۔ بلکہ یہ اللہ نے تمہارے ہاتھوں سے لکھوائی ہے۔" پارسل کے باہر پتا لکھا ہوا تھا اور یہ پتا ہی اب اس کی متاع جان تھا۔

لمحے بھر میں بیانکا نے خود کو دنیا کے تمام حسین باغوں کا محافظ تصور کر لیا تھا۔

"خوش ہو بیانکا؟"

"ہاں۔ لیڈون۔ تمہاری شکر گزار بھی ہوں۔"

"میں اس طلاق کا اعلان اب جلد ہی کر دوں گا۔"

لیڈون کے جانے کے بعد اس نے تین چار ایئر لائن کمپنیوں کے آفس فون کیا تھا اگر آپ ریزرویشن پروسسنگ میں میری ذمہ داری خود ہینڈل کریں تو میں جانے کے لیے آپ کی ایئر لائن کا ہی ٹکٹ لوں گی۔

اس نے تین چار ایئر لائن کمپنیوں کو ایسا کہا تھا۔ یہ طریقہ کار اگرچہ کافی پرانا ہو چکا تھا لیکن دولت کی طاقت تو آج بھی اتنی ہی تھی۔

☼ ☼ ☼

ارجیری کی فضا میں کائنات بننے کے پہلے دن کی خاموشی تھی۔ بیانکا نے اپنے دل کو بری طرح دھڑکتے ہوئے پایا تھا۔ مدرزیا ایئرپورٹ سے یہاں تک کا سفر اس کے دل کی دھڑکنوں کو تیز سے تیز تر کر رہا تھا۔ کل رات سے اس نے کچھ نہیں کھایا تھا۔ پھر بھی اسے بھوک نہیں تھی۔ وہ سوئی بھی نہیں تھی۔ اور اسے نیند بھی نہیں آرہی تھی۔

ٹیکسی سے اتر کر اس نے ایک طویل اور خوشگوار سانس اندر کھینچا تھا۔ جنگلی درختوں سے ٹکرا کر آتی ہوا میں خون کو مصفیٰ کر دینے کی طاقت تھی۔ اس گہرے سانس نے اس کے سفر کی ساری تھکن کو پلک جھپکتے میں دور کر دیا تھا۔ وہ مسکرائی۔ شہرام کی نقل آتار نا فائدہ مند ثابت ہوا تھا۔

اس نے چاروں طرف نظر گھمائی۔ اونچے اونچے درخت۔ بل کھاتی پگڈنڈیاں' ڈھلوانی سڑکیں۔ اور دور تک پھیلا چھوٹے بڑے سبز پہاڑوں کا سلسلہ۔ یہ دیس شہرام کی باتوں سے زیادہ مسحور کن تھا۔

اپنا مطلوبہ پتا ڈھونڈنے میں اسے صرف کچھ ہی دیر لگی تھی۔ "مہمان ذائقہ" کا بورڈ دور سے ہی چمک رہا تھا۔ وہ آگے بڑھتی گئی اور زمین اسے پیچھے کو کھینچنے لگی کشش ثقل الٹ ہو گئی تھی جو اس کے قدموں کو زمین پر ٹکنے نہیں دیتی تھی۔ ریسٹورنٹ کے آگے جا کر اس نے بمشکل خود پر قابو پایا تھا۔

"مجھے شہرام سے ملنا ہے۔"

اس نے داخلی دروازے پر کھڑے ایک لڑکے سے کہا تھا۔ دوسری بولی میں پوچھے گئے سوال کے باعث لڑکا بیانکا کو الجھی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا تھا۔ وہ اپنے سوال کو مزید ٹھہر ٹھہر کر دہرانے کا سوچ ہی رہی تھی جب اس نے اپنے دائیں طرف سے ایک آواز سنی تھی۔

بی۔ آن۔ کا۔ (بیانکا)

آواز میں نسوانیت اور خوشی کی پھوار پھوٹتی تھی اور چاروں طرف پھیلتی چلی گئی تھی پھر بیانکا نے داخلی دروازے کے ساتھ بار بی کیو کاؤنٹر کے پیچھے کھڑی ایک عورت کو اپنی طرف تیزی اور جوش سے بڑھتے ہوئے دیکھا تھا۔

اس عورت کے سر پر سفید کسانہ بندھا ہوا تھا۔ اور سفید ایپرن اس کے پورے وجود کو ڈھک نہیں پا رہا تھا۔

دعائے مغفرت

مقبول مصنفہ نعیمہ ناز کی والدہ زاہدہ خاتون طویل علالت کے بعد اس جہان فانی سے رخصت ہو گئیں۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

ماں کی دائمی جدائی بہت بڑی محرومی ہے۔ انسان کو عمر کے ہر دور میں ماں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہم نعیمہ ناز کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ اللہ تعالیٰ نعیمہ ناز اور دیگر اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں اعلا مقام سے نوازے۔ آمین

قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

☼ ☼ ☼

اماں زنتوسیہ اپنی زندگی میں بہت سے سیاحوں سے مل چکی تھیں۔ اکثر سیاح ان سے ترکیب وغیرہ پوچھا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے انہوں نے دنیا کی مختلف زبانوں کی چھوٹی بڑی کترنیں اکٹھی کر رکھی تھیں۔ ایسے میں بیانکا سے بات چیت میں ان کو ذرا بھی دقت نہیں ہوئی۔

وہ جو شہرام کا پوچھتے وقت تجسس اور اشتیاق سے لبریز تھی اب ان کی گود میں سر رکھے رو رہی تھی۔

"میں۔ میں بہت بری ہوں۔ آنٹی زنتوسیہ۔ میں نے اس کے ساتھ اچھا نہیں کیا۔"

"نہیں۔ تو بری نہیں ہے۔ وقت برا تھا۔ جس نے تجھ سے یہ فیصلہ کروایا۔" وہ پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی تھیں۔

"اور کیا کیا بتایا اس نے میرے بارے میں۔"

"سب کچھ۔ جتنا وہ ایک وقت۔ ایک رات کے اندھیرے میں بتا سکتا تھا۔ اور پھر صبح ہوتے ہی وہ چلا گیا۔"

"آپ نے اسے کیوں جانے دیا۔ آپ اسے روک لیتیں۔"

"وہ وقت بھی برا تھا۔ روکتی تو اس کے دل میں کسک رہ جاتی کہ اس نے ماں کا حکم نہیں مانا۔ اب جہاں ہو گا اس کسک سے تو بے پروا ہو گا۔"

"لیکن وہ چلا کیوں گیا؟"

"سیرین اور حسنی کے بیٹے کا عقیقہ تھا اس دن۔"

"تو کیا۔ کیا وہ اب بھی سیرین سے۔"

بیانکا کا دل ڈوبنے لگا تھا۔

"کچھ نئے زخم پرانے زخم بھی جگا دیتے ہیں بیٹی۔ تو پریشان نہ ہو۔"

"میں اسے کہاں ڈھونڈوں گی اب۔ میں تو پچھلے ایک سال سے متلاشی ہوں۔ اتنے بڑے دیس میں۔ اتنے بڑے ہجوم میں۔ میں اسے کہاں کہاں تلاش کروں گی۔"

"تو ڈھونڈے گی۔ جن سے محبت ہوتی ہے، ان کا چہرہ ہزاروں لاکھوں کے مجمعے میں بھی پہچانا جاتا ہے۔"

"اگر وہ لاکھوں کے مجمعے میں موجود نہ ہو تو۔ اگر وہ اس دیس میں ہی نہ ہو تو؟"

"ابھی میری سانسیں ہموار ہیں۔ جب یہ اکھڑنے لگیں گی تو میں سمجھ جاؤں گی کہ اب اس کے قدموں تلے ایک نئی دھرتی ہے۔ جیسا پچھلی بار ہوا تھا۔"

"اور اگر میں اسے پھر بھی نہ ڈھونڈ سکی تو۔" وہ مایوسی سے بولی۔

"تو کبھی نہ کبھی تو وہ یہاں واپس آئے گا ہی۔ اور پھر میری گود میں سر رکھ کر لیٹ جائے گا۔ یہاں۔ تجھے محسوس کرنے کے لیے۔"

اماں زنتوسیہ نے اشتیاق آمیز نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا تو بیانکا نے ایک جھٹکے سے اپنا سر ان کی گود سے اٹھایا تھا۔ شاید اس کی چوری پکڑی گئی تھی۔ وہ خود بھی تو کتنی دیر سے یہ ہی کر رہی تھی۔ ان کی گود میں سر رکھے وہ شہرام کے وجود کی مہک کو محسوس کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

زمردی ذرے اڑاتی دھوپ چار اطراف کی راجدھانی پر قائم و دائم تھی۔ سورج کی شعاعوں میں ٹھمری کے وہ راگ قید تھے جس میں طنبورے کی گونج توت انجیر کے سفید پتوں کی طرح کڑک ہوتی ہے۔

ٹرین سے اتر کر وہ پلیٹ فارم سے باہر نہیں گئی تھی، بلکہ وہیں ایک ستون کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں تاتاریوں کے پیش گوئیاں کرنے والے رمالوں کی آنکھوں والی چمک اور اداسی تھی۔

البانیہ میں رہتے ہوئے اسے پورا ایک مہینہ ہو گیا تھا۔ شہرام کو تلاش کرتے کرتے پورے تیس دن۔

اور اب وہ واپس جا رہی تھی۔ وہ تھکی نہیں تھی، اگر کوئی اسے یہ بتا دیتا کہ شہرام فلاں پہاڑ پر موجود ہے

جہاں جانے کا راستہ ایک سال میں مکمل ہوتا تو وہ بنا سوچے سمجھے اس پہاڑ پر چڑھنا شروع کر دیتی۔ لیکن یہ تلاش بے تلاش تھی۔ وہ تو خدا سے صرف یہ ہی دعا کر سکتی تھی کہ شہرام اماں زنتوسیہ سے جلد ہی مل لے۔ یہ ملاقات ہی اس کے لیے زندگی کے نئے پیغاموں کی پیامبر بن سکتی تھی۔

اماں زنتوسیہ سے ملنے کے اگلے دن وہ کوریئر سروس والوں کے آفس گئی تھی۔ پالیسی میں تبدیلی کی وجہ سے بھیجنے والے کو اپنا نام اور پتا لازما" لکھنا پڑتا ہے۔ لیکن اس چیز پر زیادہ توجہ نہیں دی جاتی کہ ایڈریس کس جگہ کس شہر کا لکھا جا رہا ہے۔

"آپ سیریل نمبر دیکھ کر یہ بتا سکتے ہیں کہ پارسل از میرے بھیجا گیا ہے یا کسی اور جگہ سے؟" بیانکا نے کہا تو ریسپشنسٹ لڑکے نے پارسل لے کر کمپیوٹر پر سیریل نمبر لکھا۔

"یہ پارسل تیرانا شہر سے بھیجا گیا ہے۔"

اور اسی دن وہ تیرانا شہر آ گئی تھی۔ اس نے شہرام کو تلاش کیا۔ بڑے بڑے ہوٹلوں میں، لمبے لمبے بازاروں میں اور اونچے اونچے مالوں میں۔ وہ تیرانا کے تمام پارکوں میں گئی اور جاتی رہی۔ اس نے فوک فیسٹیول میں شرکت کی اور سارا سارا دن بلا مقصد سڑکوں پر گھومتی رہی۔ اسے نہیں ملنا تھا اور وہ نہیں ملا۔ ابھی شاید اللہ کی مرضی نہیں تھی۔ شاید اسے اس چیز کے لیے بھی مسلسل نماز حاجت پڑھنی تھی۔ کیونکہ وہ جان گئی تھی کہ جس کے پاس محبت نہ ہو اس کے پاس پھر کچھ نہیں رہتا۔

سر اٹھا کر اس نے ایک نظر پیلے آسمان کو دیکھا۔ سونا پگھل کر کندن کی شکل میں سارے آسمان پر بچھا پڑا تھا۔ وہ بڑے عرصے بعد آفتاب سے نظریں چار کر رہی تھی۔

حیفہ ماما کہا کرتی تھیں۔

"سنبل کے درخت پر جب جب بہار آتی ہے سارے درختوں میں سب سے خوب صورت درخت

لگتا ہے۔ لیکن اس کی لکڑی کسی کام کی نہیں ہوتی۔ انسان کی مثال بھی ایسی ہے یہ اوپر سے کسی قدر خوشنما کیوں نہ ہو جب تک محبت کرنے کے فن سے ناآشنا ہے، سمبل کی طرح بے کار ہے۔"

"محبت کرنے کا فن ہم سیکھ جاتے ہیں مام۔ لیکن محبت حاصل کرنے کے ہنر میں کبھی بھی ماہر نہیں ہوپاتے۔" اس نے خود سے کہا اور کھینچ کر گلے سے تعویذ نکال لیا تھا۔

"تم سمجھ نہیں سکے شہرام۔ تم اتنی سی بات نہ سمجھ سکے کہ یہ تعویذ دراصل منحوس ہے۔ یہ جس کے پاس ہوتا ہے وہ محبت سے محروم ہوتا ہے۔"

تعویذ کو آنکھوں کے سامنے کرتے ہوئے اس نے اس کی چمک دار سطح کو دیکھا۔ ایک آٹھ نو سال کی بچی جو اپنے ننھے ہاتھ کے مکے کے اوپر ٹھوڑی ٹکائے اپنی آب دار آنکھوں میں کسی اجنبی جذبے کا انتظار لیے نہ جانے کس طرف دیکھتی نظر آتی ہے۔

"بابا زلاری سے کسی نے کہہ دیا تھا کہ وہ اس طرح کی شبیہ اس پر کندہ کریں۔ کیا وہ نہیں جانتے تھے کہ "حب" تعویذوں پر ازل سے پھولوں اور راج ہنسوں کا راج ہے۔ پھر آخر انہیں یہ مختصر خاکہ گھڑنے کی کیا ضرورت تھی۔" اس نے تعویذ کو آخری بار دیکھا اور پھر پرے ہوا میں اچھال دیا۔

کوئی نئی ٹرین پلیٹ فارم پر آکر رکی اور رش بڑھنے لگا۔

بیانکا نے ستون کے ساتھ سر جوڑ لیا۔ البانیہ میں آخری دن اور یہ آخری لمحے اس کے گرد گھیرا تنگ کرنے لگے۔ دوبارہ اس جگہ پر بلاوا اسے نہ جانے کب آئے گا۔ پہاڑوں سے گھرے اس دیس میں جس کی فضا میں شہرام کی سانسوں کی مہک تھی۔ بے تحاشا رش میں اس نے اپنا سامان پکڑ کر باہر نکل جانے کا ارادہ باندھا، لیکن وہ اپنی جگہ سے ہل نہ سکی۔ اس متحرک ہجوم میں ایک چیز تھی جو ساکن تھی۔ گہرے منجمد پانیوں میں مدتوں سے پڑی ہوئی بند صدف کی طرح۔

ٹرین کے اندر کھڑکی کے پار بیٹھا وہ پانی کو اس قدر آہستگی سے پی رہا تھا کہ گلاس کے اندر کا سیال کسی بے رنگ جیلی کی طرح جما ہوا محسوس ہوتا تھا۔ اس کی شیو بنا اسٹائل کے بڑھی ہوئی تھی اور سات آٹھ دنوں کی بڑھی شیو کے بال اس کے سرخی مائل گالوں کے نیچے کی لو کے قریب دو دائرے بناتے تھے۔

بیانکا نے ان دائروں کو کھوجا اور خود کہیں کھو گئی۔ ٹرین نے چلنے کا اشارہ دے دیا اور بیانکا وہیں ستون کے ساتھ سر جوڑے حیرت سے اسے گھورتی رہی۔ شہرام کو دیکھ لینے کی خوشی شاید اس قدر زیادہ تھی کہ وہ ستون کے ساتھ بت بن کر کھڑی رہی اور ٹرین نے رفتار پکڑ لی۔

☼ ☼ ☼

شہرام نے جھٹکے سے گردن موڑ کر پیچھے دیکھا۔ ستون خالی تھا۔

"میرے تخیل۔۔۔ نہ جانے یہ میرا پیچھا کب چھوڑیں گے۔"

افسردگی سے اس نے خود سے کہا۔ بیانکا تو اسے ہر وقت، ہر جگہ نظر آتی ہی تھی۔ اس گزر چکے سال کا کوئی دن ایسا نہیں تھا جو اس کی یاد کے بغیر گزرا ہو۔ وہ اس سے روز ملتا تھا، سڑکوں پر، بازاروں میں وہ اسے ہر جگہ نظر آتی تھی۔ لیکن آج اس کا تخیل اس قدر بھیانک کیوں تھا۔ وہ حسن جس کی صرف ایک بوند پورے سمندر کے پانی کا رنگ بدل دینے کی صلاحیت رکھتی تھی آج ہمیشہ سے مختلف عکس کیوں دے رہی تھی۔

شہرام کو Owen Sni کی ابوالہول یاد آ گئی۔ جس میں ایک لڑکی ابوالہول کے پیچھے کھڑی ہے، اس کا سہارا لیے، اس کو پناہ بنائے۔۔۔ جس کی بھنوؤں میں پریشانی کے باعث گڑھے پڑ چکے ہیں۔

"نہیں، میرا تخیل غلط ہے۔ اب بھلا اس کو کسی سہارے کی کیوں ضرورت ہو گی۔"

شہرام نے دکھ سے سوچا اور کھڑکی سے اپنا چہرہ ہٹا لیا۔

انٹرنیٹ پر وہ دونوں کی شادی کی تصویریں دیکھ چکا تھا۔ پھر مقدمے کی روداد بھی وہ وقتاً "فوقتاً" حاصل کرتا تھا۔ خود وہ بیانکا سے بھی زیادہ بیانکا کے لیے دعاگو تھا۔ چار ماہ پہلے بیانکا مقدمہ جیت گئی تھی اور شہرام کو سچی خوشی حاصل ہوئی تھی۔ لیکن قرار نہیں۔۔۔ اس کی زندگی ایک بار پھر منتشر ہو چکی تھی۔ وہ ایک بار پھر اپنے گھر والوں سے دور تھا۔ اماں نتوبیہ سے ' بابا زلاری سے۔ طامیر سے۔۔۔

اسی طرح ایک دن بازار میں بے مقصد ٹہلتے ہوئے شہرام کو ایک کرسٹل گلاب پسند آ گیا تھا۔ جس میں بٹن دبانے سے برف باری ہوتی تھی اور میوزک چلتا تھا۔ آگے جو ہوا اس میں اس کا ارادہ شامل تھا، نہ سوچ۔ کسی تیسری قوت نے اس سے یہ کام کروایا تھا۔ شہرام نے ساتھ ایک خط بھی لکھ کر ایڈون کے پتے پر ارسال کر دیا تھا۔ جس میں بیانکا کو اس کے مقدمے کی جیت پر مبارکباد دی گئی تھی۔

"بیانکا کی زندگی بہت آگے نکل گئی ہے۔ شاید میں اب اسے یاد بھی نہ ہوں۔"

یہ سوچ کر شہرام نے اپنا موجودہ پتا بھی نہیں لکھا تھا۔

اور آج وہ جس انداز میں اسے ستون کے ساتھ کھڑی نظر آئی تھی اس نے اسے پریشان کر دیا تھا۔

"خدا کرے تم خیریت سے ہو بیانکا! تمہیں کبھی کوئی دکھ نہ پہنچے۔" اس نے دعا کی۔

"شہرام۔۔۔" ایک پکار جس میں جھرنا بہنے کی سی جھنکار تھی نے پورے ڈبے میں بازگشت کی۔

"تو کیا یہ بھی میرا وہم ہے۔" شہرام چونکا۔

"میں آ گئی ہوں شہرام۔۔۔ ہمیشہ کے لیے۔۔۔"

شہرام جھٹکے سے اپنی جگہ سے اٹھا۔ وہ فریب اور حقیقت میں فرق نہیں کر پا رہا تھا۔ کیا یہ فریب مشابہت تھا یا خیالات کا بکھر جانا۔ بیانکا شوخی سے مسکرا رہی تھی اور یہ ادا گزرے سال کے تمام تصورات سے بڑھ کر تھی۔ دل کی دھڑکن تیز کر دینے والی۔۔۔

"یہ لو۔۔۔" بیانکا نے اسی طرح مسکراتے ہوئے تعویذ حب شہرام کی آنکھوں کے آگے لہرایا۔

"اپنی محبت کو اپنے ہاتھوں سے پہنا دو۔" اس نے ایسے کہا جیسے سوتے جاگتے وہ اسی ایک جملے کی مشق کرتی رہی تھی۔" اور شہرام نے جانا کہ حقیقت تخیل سے نکل آئی ہے اور جو بے پایاں اور فسوں گر ہے۔ وہ بیانکا کی طرف بڑھا۔

بیانکا دل ہی دل میں اللہ کا شکر ادا کرنے لگی تھی کہ البانیہ کی ٹرینیں امریکہ کی ٹرینوں کی طرح پلک جھپکتے میں نظروں سے اوجھل نہیں ہو جاتیں۔

تعویذ کو ڈھونڈنے میں اسے چند لمحے لگے تھے اور پھر وہ تیزی سے ٹرین میں سوار ہوئی تھی۔

شہرام نے مسکراتے ہوئے تعویذ کو بیانکا کے ہاتھ سے لیا، کیونکہ سب ہی وضاحتیں بیانکا کی مسکراہٹ کے ساتھ کھڑی تھیں اور بیت چکے وقت کی کہانیاں بھی کہ وہ ایسے کتنے ہی ستونوں سے ٹک کر اس کی راہ دیکھتی رہی ہے۔

ٹرین ایک سرنگ میں داخل ہونے لگی تو بیانکا نے شہرام کے ہاتھ کے لمس کو اپنے ہاتھ سے ٹکراتے ہوئے محسوس کیا۔

حب کے تعویذوں پر پھول نقش ہو، راج ہنس یا مختصر خاکہ، انہیں صرف پہننے والے ہی اپنی محبتوں کی طرح امر کر سکتے ہیں۔ چند لمحوں بعد ٹرین تاریک سرنگ سے باہر نکلی تو اس نے شہرام کی روشن آنکھوں میں دیکھا۔ ان آنکھوں میں بدھا کی بند آنکھوں کے اسرار و کشف کی الوہیت تھی۔

اس کی خالی گردن خالی نہیں رہی تھی۔ اس کا بنجر دل آباد ہو گیا تھا۔ وہ حب کے تعویذ کی مالک بن گئی تھی۔ ٹرین کے باہر تابعدار سورج نصف النہار کے زاویے سے آگے بڑھتے حب کے سارے عکسوں کو جا بجا بکھیر رہا تھا۔

☼